

U 712



JAWAHAR-UL-HIND

(Volume - 3)

EDITOR :

Dr. A. ZAIBUNISSA. M.A. (Urdu) M.A. (Hist.) B.Ed.Ph.D.

GENERAL EDITOR :

K. DAMODARAN. M.A.,

AR

231

Government Oriental Manuscripts Publication No. : 436
Islamic Publication No. : 30

JAWAHAR-UL-HIND

(Volume - 3)



EDITOR :

DR. A. ZAIBUNISSA. M.A. (Urdu) M.A. (Hist.) B.Ed.Ph.D.

Urdu Pandit

Government Oriental Manuscripts Library, Chennai - 5.

GENERAL EDITOR :

K. DAMODARAN. M.A.,

Director

Department of Archaeology,
Chennai - 113.

Government Oriental Manuscripts Library,
Chennai - 600 005.

1999

Price : Rs.79/-

ஐவகர் உல் இந்த் - தொகுதி III

நூற் சுருக்கம்

ஹாஜிர் ரசா அலி எனும் உருதுப் புலவர் யாத்த பாக்களின் தொகுப்பு இது. கி.பி. 17ஆம் நூற்றாண்டு நூல்; இந்தியா முழுவதுமிருந்த பல உருதுப்புலவர்களின் பாக்களும் அவர்களின் வாழ்க்கைக் குறிப்புகளும் கொண்ட நூல். தமிழ்நாட்டு உருதுப் புலவர்களின் பாக்களும் அவர்தம் வாழ்க்கைக் குறிப்புகளும் இந்நூலில் உள்ளன.

எனவே, தமிழகத்தைப் படம் பிடிக்க இந்நூல் ஒருவாற்றான் உதவும்.

கி.பி. 17ஆம் நூற்றாண்டு வரலாற்றை விளக்க, ஆய்வாளர்களுக்கு இது பயனாகும்.

முனைவர். சு. சௌந்தரபாண்டியன்

எம்.ஏ(தமிழ்), எம்.ஏ(ஆங்), பி.எட், டிப்.வ.மொ, பிஎச்.டி.

காப்பாட்சியர்

அ.கீ.சு. நூலகம், சென்னை - 5.

Printed at : Royapettah Stationery and Printing and Allied Products
Producers Indl. Co-op. Society Ltd.,
26, Koya Arunagiri 1st Street, Royapettah, Chennai - 600 014.

JAWAHAR UL HIND

VOLUME - 3

Editor's Note

The present edition is the continuation of the second volume of Jawaharul Hind. As this work is arranged in the alphabetical order, this third volume under description contains about 110 poets, selective verses in alphabetical order beginning with the letter; ز Zal and ends with the letter ك Kaf . Many odes, gazals and poems of moral and ethical interest are found in this edition. Besides this a short biographical account in Persian is found for each selection. This Tazkirah possesses a high literary merit.

Dr. A. Zaibunissa, M.A.(Urdu) M.A.(Hist) B.Ed.Ph.D.,
Urdu Pandit
G.O.M.L. Ms. - 5.

THE WINGS OF URDU

This is a valuable 17th century collection of songs which portray the language and lives of many Urdu poets including a few born in Tamilnadu.

Haji Raza Ali is the author of this compilation work.

Perhaps the flourishing Tamil poets of 17th century may have enkindled this author, Ali, who lived in North Arcot in Tamilnadu.

Interestingly Haji Raza Ali was a relative of Nawab of Arcot.

In this way, this is a conspicuous work to get published.

Dr. S. Soundarapandian
M.A.(Tamil) M.A. (Eng.), B.Ed., Dip.Skt., Ph.D.
Curator
G.O.M.L.

جواہر الہند

(حصہ سوم)

از

ڈاکٹر زیب النساء

ایم۔ اے (اردو) ایم۔ اے (ہسٹری) بی۔ ایڈ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

گورنمنٹ اور نیشنل میاٹو سکریٹ لائبریری

مدراں۔ ۵

JAWAHAR UL HIND
VOLUME - 3

Editor's Note

The present edition is the continuation of the second volume of Jawahar Hind. As this work is arranged in the alphabetical order, this third volume under description contains about 110 poets, selective verses in alphabetical order beginning with the letter > Kal and ends with the letter K. Many odes, gazals and poems of moral and ethical interest are found in this edition. Besides this a short biographical account in Persian is found for each selection. This Tajikah possesses a high literary merit.

Dr. A. Zaidunnisa, M.A. (Urbn), M.A. (Hbn), B.Ed., P.D.
G.O.M.L. Ms. - 5

فہرست شعراء ۷۱۲

صفحہ نمبر	تعداد اشعار	مقام	نام	تخلص	شمارہ
9	8	دہلی	محمد حسین کلیم	کلیم	1
9	8	مانک پور	شاہ کمال الدین حسین	کمال	2
10	1		اشرف علی خان فغان	گمان	3
10	2		زوجہ نواب عماد الملک	کنایہ	4
10	5			کنور	5
11	1	دہلی	شاہزادہ مرزا وجیہ الدین	کوچک	6
11	5	لکھنؤ	ممدی علی خان	کوثر	7
12	1	فرخ آباد	شیخ حیات اللہ	گویا	8
12	10	لکھنؤ	حسام الدولہ نواب فقیر محمد خان بہادر	گویا	9
				(ل)	
13	1	لکھنؤ	میر شمس الدین	لطیف	10
13	3		میر لطیف علی	لطیف	11
13	7	آرکات	میر قطب الدین	لطیف	12
14	69	دہلی	مرزا علی	لطف	13
				(م)	
18	1	جمال آباد	میر محمدی سیدی	مائیں	14

جواہر الہند

(حصہ سوم)

پیش لفظ

تذکرہ جواہر الہند اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔ اس سے قبل ہم کتاب ہذا کی جلد اول اور دوم اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ اب حمد اللہ یہ جلد سوم ہدیہ ناظرین ہے۔ اس جلد میں حرف تہجی کے اعتبار سے حرف "ک" سے لیکر حرف "میم" تک کے شعراء کا اردو منتخب کلام موجود ہے۔ فارسی میں مختصر تذکرہ۔ حسب سابق دیا گیا ہے۔ اس جلد میں تقریباً 110 شعراء کا منتخب کلام پیش خدمت ہے۔ جنوں میں ہند میں تاریخی و ادبی حیثیت سے یہ اہم تذکرہ مانا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اکرام اس سے استفادہ حاصل کریں گے۔

از

ڈاکٹر زیب النساء ایم۔ اے (اردو) ایم۔ اے (ہسٹری)۔ بی۔ ایڈ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

شماره	تخلص	نام	مقام	تعداد اشعار	صفحہ نمبر
32	محنت	مرزا حسین علی	جہاں آباد	2	23
33	محشر	اکرام اللہ خان	بدایون	1	
34	محشر	مرزا علی نقی	کشمیر	2	24
35	محسن	میر محسن		1	
36	محترم	خواجہ محترم علی خان	عظیم آباد	5	
37	محکم			5	25
38	محمود	محمود خان		20	
39	مخلص	میر باقر	اکبر آباد	1	26
40	مخلص	مخلص علی خان	مرشد آباد	8	
41	مدحت		لکھنؤ	1	27
42	مدہوش			1	
43	مذنب	شیخ آدم		12	
44	مرزا	آقا مرزا	لکھنؤ	2	28
45	مرزا	حکیم فضل اللہ	پانی پت	3	
46	مرزا	ہدایت اللہ	دہلی	1	
47	مرزا			1	

شماره	تخلص	نام	مقام	تعداد اشعار	صفحہ نمبر
15	مایل	محمد یار بیگ	لکھنؤ	1	18
16	مایل	سید کاظم علی	خیر آباد	1	
17	ماہر	فخر الدین خان	لکھنؤ	1	
18	بتلا	مرزا کاظم	لکھنؤ	1	
19	بتلا			1	19
20	مہزوب	مرزا غلام حیدر بیگ	جہاں آباد	4	
21	مجنون		دہلی	1	20
22	مجنون		عظیم آباد	1	
23	مجرم	میر فتح علی	دہلی	1	
24	مجرم	رحمت اللہ	اکبر آباد	3	
25	مجبور		دہلی	1	21
26	مزدون	میر ناصر خان	دہلی	3	
27	مزدون	عالم شاہ	امر وہہ	3	
28	محو	حسین علی خان	اکبر آباد	1	22
29	محو	شیخ عظیم اللہ	میرٹھ	1	
30	محب	شیخ ولی اللہ	دہلی	1	
31	محب	نواب محبت خان	بریلی	10	

شماره	تخلص	نام	مقام	تعداد اشعار	صفحه نمبر
65	مصحفی	غلام ہمدانی	مراد آباد	56	37
66	مضمون			1	41
67	مضمون	شیخ شرف الدین	اکبر آباد	2	42
68	مظہر	کنور سین	لکھنؤ	3	
69	مظہر	مرزا سنگین		2	43
70	مضطرب	محمد حاجی	دہلی	1	
71	مظہر	مرزا جان جاناں	اکبر آباد	3	
72	مظفر	سید مظفر علی خاں بہادر		1	46
73	معتول			1	
74	معتی	محمد امین		1	
75	معین	معین الدین خان	الہ آباد	1	
76	معروف	الہی بخش خان		33	
77	مغل	مغل علی	کشمیر	1	49
78	مغموم	میر مشیت علی		1	
79	منتون	مرزا کریم بخش	گورگان	2	
80	مفلس	محب علی	رام پور	1	

شماره	تخلص	نام	مقام	تعداد اشعار	صفحه نمبر
48	مروت	صغیر علی	مدراں	16	29
49	مرون	مرزا علی رضا	شاہ جهان آباد	26	30
50	مزمّل	مزل شاہ		1	33
51	مسرد	شیخ پیر بخش	لکھنؤ	3	
52	مسرد	مرزا سنگی بیگ	جهان آباد	1	34
53	مسرد	شرف الدین احمد	میرٹھ	1	
54	مسکین	سید عبدالواحد خان	دہلی	1	
55	مسرت	شیخ وزیر علی	دہلی	1	
56	مشقہ	یار علی خان	عظیم آباد	1	
57	مشق	براتی	کشمیر	1	35
58	مشغیر	قطب الدین	جهان آباد	1	
59	مشاق	عبداللہ خان	جهان آباد	7	
60	مشاق	حافظ تاج الدین	میرٹھ	1	36
61	مشاق	محمد اصل		1	
62	مشہور		بریلی	1	
63	مشہور	مرزا محسن		18	
64	مصدر	ماشاء اللہ خان	دہلی	1	37

شماره	تخلص	نام	مقام	تعداد اشعار	صفحہ نمبر
98	متمم	نور الحق	بریلی	1	58
99	متمم	موہن اعلیٰ		2	
100	منصف	منصف علی خان	عظیم آباد	2	59
101	منت	میر قمر الدین	سونی پت	16	
102	موزوں	میر فرزند علی	لکھنؤ	3	61
103	موزوں	چھتر سنگھ	دہلی	1	
104	موج	خدا بخش	اکبر آباد	1	62
105	موتس	حکیم سعادت علی	بنارس	1	
106	مومن	حکیم محمد مومن خان		188	
107	مہر	رجب بیگ		1	74
108	مہر	منشی مرچند	فرخ آباد	3	
109	مہلت	مرزا علی	لکھنؤ	1	
110	میر	میر محمد تقی	اکبر آباد	2865	

شماره	تخلص	نام	مقام	تعداد اشعار	صفحہ نمبر
81	مقبول	مقبول بنی	جہاں آباد	1	49
82	مقتول	ابراہیم بیگ اصفہانی	جہاں آباد	1	
83	مقصود		لکھنؤ	1	50
84	ملاں		لکھنؤ	1	
85	ملنگ	ملنگ شاہ		3	
86	ملوں	شاہ شرف الدین		1	
87	مملو			2	
88	ممتاز		فیض آباد	1	
89	ممتاز	امیر الہند نواب والا جاہ ثانی	کرناتک (آرکات)	37	51
90	ممنون	میر امانت علی	عظیم آباد	1	53
91	ممنون	نظام الدین	سونی پت	38	
92	منیر	وجیہ الدین		3	56
93	منیر	خواجہ آفتاب خان		1	57
94	منشی	میر محمد حسین	شاہ جہاں آباد	2	
95	منشی	مول چند	دہلی	2	
96	منتظر	نور الاسلام		6	58
97	منتظر	شیخ امام الدین	اکبر آباد	1	

کلیم تخلص میر محمد حسین کلیم از شعرای مسلم و مشہور و معروف یزنہ میر تقی میر است و از سنانے دہلی در طب دستگاہی نام دارد چہ در فارسی و چہ در ریختہ شعرش بسیار علی مقام دیوان و مثنویات و غیرہ یادگار خود گذاشتہ صاحب گلشن ہند نوشتہ کہ نام کلیم شیخ محمد حسین است یک رسالہ در عروض و قافیہ بزبان ریختہ نوشتہ و پنجین ترجمہ فصوص الحکم بزبان ریختہ کردہ یک کتاب در نثر بزبان ریختہ بہ نہایت رنگین بیان نوشتہ صاحب دیوان است و در عمد دولت احمد شاہ فردوس آرمگاہ بود و در شاہ جمال آباد سفر آخرت دید ہشت اشعار اور است ۔

قبر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے کلیم آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا آتی ہے دل یہ قتل مینا سے اب شکست وہ دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا ہو چکا حشر گئے دوزخ و جنت کو خلق رہ گیا می تیرے کوچے میں گرفتار ہنوز پیری کی بھی سیر کر گئے ہم اس پل سے بھی گذر گئے ہم وہاں غصہ ہوئے رقب پر تم یہاں مازے ادب کے مر گئے ہم رکھوں میں آنکھوں میں کیونکر تجھے کہ ہے برسات پھر ایسا گھر کے جو خانہ خراب ٹپکے ہے دیوانہ ترا وعدے پر اپنے اگر آدے منہ دکھو فلاطوں کا جو عمدے سے بر آدے بر آدے غرور حسن کیا ممکن کہ اس سے درد کو پہنچے غرض تم سن چکے احوال ہم فریاد کو پہنچے

کمال تخلص شاہ کمال الدین حسین اصلش از کرہ مانک پور بزرگانش از ارباب مناصب بود ندوی ترک لباس کردہ کسوت درویشی پوشیدہ دل بر سیاحت نہادہ ہنگام ورود لکھنواز قلندر بخش جرأت امداد میخواست ہشت ابیات از دست ۔

جز شکست و شیشہ دل کچھ نہ دیکھا اور کام مر تفع جس دن سے ہے یہ چرخ مینائے ہوا اور دکھلایا تماشا مجھ کو وحشت نے کمال میں تماشائی تھا جس کا وہ تماشائی ہوا کالی نہ یہ گھٹا ہے نہ دود اپنے آہ کا پر تو ہوا پہ ہے کس زلف سیاہ کاں جوں جوں یہ بھی کچھ بیٹھنے کا بزم میں اسلوب ہے واہ جون جون ہم آگے بڑھیں آپ سرکتے جاویں میری چاک جگرے والے جب سینے سے در گذرے تو یوں جراں بولے اب کے سینے سے در گذرے طلائئ رخ پہ اپنے گرنہ خط سبز مینا تو خوش آتا ہے یہ سادای ہم اس سینے سے در گذرے یہ قالمین و دو شالا کس کو دکھلایا ہے اے منعم یہ دو نو پشم ہیں ہم ایسے پشینے سے در گذرے بہ شکل خضر گذری عمر تنہائی میں گرساری توظف زندگی کیا ہے ہم ایسے جینے سے در گذرے

گمان تخلص از شاگردان اشرف علی خان فغان از تاملش آگئی فغان نشد ناچار یک شعر از دست

واسطے جس کے سبھی مجھ کو برا کہتے ہیں وہ جو سنتا ہے تو کہتا ہے بھلا کہتے ہیں کنا بیگم زینست از دودمان عفت زوجہ نواب عماد الملک غاز الدین خان کہ نظام تخلص ایشان است حسب الامر شوہر ش گفتار خویش بظن میر قمر الدین منت می آوردہ ناچار دو بیت از دست ۔

مقابل ہو اگر لب کے ترے مصری چبا جاؤں تری آنکھوں سے ہم چشمی کرے بادام کھا جاؤں شمع کی طرح کون رو جانے جس کے جی کو لگے ہے سو جانے سکتور تخلص از اسم و حالش واقفیت نیست پنج اشعار از دست ۔

تقریر کرے و صف کو خلاق جہاں کا
خارج ہے تخیل سے تو ہم سے گمان سے
حامد ہیں سبھی ذرہ سے خورشید تک اوسکے
ممكن نہیں تک اسکی تجلی کی بیان ہو
رہتا نہیں دایم کنور یک طرز پہ عالم
مقدور کہاں لظن کو کیا منھ ہے زبان کا
ذات اس کی جو واقف ہے سب اسرار نہاں کا
حقا کہ خداوند ہے وہ کون و مکان کا
اس جائے تعقل کا گذرا نہ گمان کا
گذرے جو بہاراں وہیں موسم ہے خزان کا

کو چک تخلص شاہزادہ مرزا وجیہ الدین مرحوم در زمان جلوہ فرمای بلا
دمشرق عزم گلگشت بہشت نمودہ جسدش رلبدہلی آوردند و متصل مزار کشمیر
الانوار سلطان المشائخ کہ ۳ فرسخ از دہلی دور است و دفن کردند این بیت از
فکرت اوست۔

یہاں تلک پاؤں میں پھولے ہیں کہ قدم بھر چلا نہیں جاتا
کوثر تخلص مہدی علی خان ولد قطب الدین خان ابن آقا علی خان کو
چک برادر مومتمن الدولہ اسحاق خان کہ از امر اے نامی عمد فردوس آرام گاہ
محمد شاہ بود مسقط الراسش لکھنو است از تلامذہ نسخ این پنج اشعار از نتائج افکار
اوست۔

چشم میں عشق کے اعجاز سے آنسو ٹہرے ورنہ کشتی میں ہے دریا کا سامنا مشکل
تیرا تو آسرا تھا جدائی میں یار کے اے موت تو بھی مجھ سے گریزان ہے ان دنوں
ترمت پہ میری ایسے برستی ہے یکسی بے اختیار شمع کے آنسو ٹپک پڑے
دل پھٹ گیا کدورت طبع نگار سے حیرت کی جا ہے آئینہ ٹوٹا غبار سے

ہوں وہ بلبل کہ یہ تھا شوق اسیری پس مرگ پر بھی اڑ کر میرے صیاد کے گھر تک پہنچے
گویا تخلص شیخ حیات اللہ از اہل فرخ آباد و مناصب ممتاز در سرکار
انگریزی بہرہ ور ماندا میں بیت اور است۔

جس کم سخن سے کیجئے تقریر یوں اٹھے ہے ہم میں وہ کمال کہ تصویر یوں اٹھے
گویا تخلص حسام الدولہ نواب فقیر محمد خان بہادر از امرای نامی لکھنو
و باوجود ہجوم دینا بدین مایل قدر دان اہل ہر فن است و شعرای آن دیار نمود حش
رطب اللسان بودند و از تلامذہ شیخ امام بخش نسخ است صاحب دیوان این دہ
ابیات ازوست۔

نہ آنے کا ترا شکوہ عبث ہے کبھی میں آپ میں آیا تو ہوتا
ضعف سے رہتا ہے اب پاؤں پہ سر آپ اپنی ٹھوکریں کھاتے ہیں ہم
گر پڑے دانہ اگر جلنے لگے مثل سپند یہ حرارت بعد مردن بھی ہے اپنی خاک میں
وصل اگر منظور تھا پر دیز کا گھر کھودتا کوہ کن دیوانہ ہے شیرین تو پتھر میں نہیں
درد پہلو میں رہا کرتا ہے جب سے تو نہیں ہجر میں بھی ایک دم خالی میرا پہلو نہیں
نہ میرے زخم پر رکھو مر ہم میرے قاتل کی یہ نشانی ہے
ٹھکرا کے چلے جبین کو میرے قسمت کے لکھے نے یادری کی
مال عاشق و معشوق ہے ایک سنا ہے شمع سوزان کے زبانی
آیا جواب نامہ پس مرگ تب کھلا تھی دیر اس لئے میرے خط کے جواب کی
زاہدہ جرم کیا کرتا ہوں میں بہر ثواب دل ہے کعبہ اسے کرنا ہے سید پوش مجھے

لطیف تخلص میر شمس الدین از مردم ہند رسورتست بہ لکھنواقامت
وکزیدہ یک بیت ازوست۔

گھر میں جائیٹھ رہا اس سے خفا ہو تو لطیف کیا ہی غصہ تیری اس بات پر آتا ہے مجھے
لطیف تخلص میر لطیف علی از اردت کیشان و تلامذہ خواجہ میر درد
است جو اہر انیکو شناختے ۳ بیت ازوست۔

روتے ہیں شیخ در ہمن سبھی دل کے ہاتھوں گبر نکلا نہ یہ کافر نہ مسلمان نکلا
رہتا ہے درد روز دل ناتوان میں کیونکر اثر نہ ہو دے ہماری زبان میں
دامن کشیدہ جاتے ہو میرے غبار سے تقصیر ایسی کیا ہوئی اس خاکسار سے

لطیف تخلص میر قطب الدین ساکن مدراس اصلش محمد پور عرف
آرکاذی برکات باقی احوالش باعث نظافت در نظر باریک بین ہم نیامد۔

گنہ جو کر چکے پھر مت کرو ہوا سو ہوا کرم تو حق ہے غضب سے ڈرو ہوا سو ہوا
کسی حریف سے محفل میں کام پڑ جاوے قصور مت کرو تم بھی دھرو ہوا سو ہوا
بیٹھ کے شیشے جو تم کئے خابی بہار جاتی ہے جلدی پھرو ہوا سو ہوا
نفس سے چھوٹ کے جاو گی پھر کہاں بلبلی اسی میں خیر ہے پڑ کر مرد ہوا سو ہوا
لطیف تم نے جو اوقات مفت میں کھوئے اسی کے درد میں اب دن بھر و ہوا سو ہوا
فلک پچارہ ہے خود پریشان وہ کسی تائید کیا کرے گا جہاں میں ایسا نہیں ہے نہ ان جو اس کے اوپر گلہ کریگا
مثال کیا ہر محل کسی نے فلک کی رگریزی پر لے آیا جو اپنی داڑھی کو رنگ سا کین وہ کب کسی کو رنگا کرے گا

لطف تخلص مرزا علی اصلش از استر آباد است در دہلی بنو و نمایا فتنہ و در
نواح عظیم آباد ساکن و حیدر آباد رفتہ قصاید انشا کردہ صلہ ہایا فتنہ صاحب گلشن بے
خار نوشتہ کہ نسبت شاگردی بہ میر تقی میر داشتہ امداد گلشن ہند من تالیف
ہموم مرزا علی لطف فقیر جامع الادواق پچشم خود ملاحظہ کردہ کہ در ان مسطور
است کہ اصلاح فارسی از والد بزرگوار کاظم بیگ خان اس طر آبادی ہجری
تخلص نمودہ و مشورہ نظم ریختہ فقط بطبعہ او خود است سی ۷ ۳ و ہفت ابیات
اور است۔

سنے تھے طوفان نوح آنکھوں سے دیکھا وہ تو لطف دیکھے یہ چشم گریان اور اب دکھائیں کیا
دیکھ کل نبض میری رو کے لگا کہنے طبیب کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا
چشم اور گوش زمانہ میں مقرر اس کے لطف ثانی حیدر کرار نہ دیکھا نہ سنا
بہنے سے ایک پل بھی نہیں اشک رہ گیا دل ہو کے آب کیا بلا آنکھوں سے بہ گیا
ہر ایک نے تن پہ چاک کفن خوں کتاں کیا تربت پہ گشتگان کے جو اپنے وہ مر گیا
اے خضر راہ گم شدگان وقت لطف ہے آگے گئے ہیں یار میں پیچھے ہوں رہ گیا
گر قتل کیا ہے تو کوئی بات بتا رکھ یہ لطف کا خون ہے نہ میری جان چھپے گا
کر بلا کا واقعہ جب سے سنا ہے تو نے لطف ہوں تیرے ہر سال کو ماہ محرم دیکھنا
ہے کون سبزہ رنگ خرمالان کہ رشک سے جون شمع سبز جلتا ہے ہر سر و باغ کا
ساتی لگا دے خم میرے منہ سے کہ بار بار احسان کون کھینچے سبو اور ایلیغ کا
تیرے کانوں تک بھی لطف کچھ آواز آتی ہے ہے ایک عالم کو تیرے نالہ و فریاد کا شکوہ
فرہاد سانہ رنگ نہ مجنون سا کیا حال اس شعر کو پڑھتا تھا وہ ناکام محبت

کل لطف کے مرقد پہ گئے ہم تو تیرے خاک
 اس شعر کو پڑھتا تھا وہ ناکام محبت
 اے اہل محبت کوئی بھولے سے بھی ہرگز
 لینا نہ خبر دار کبھی نام محبت
 دیوگا زہرِ خاک بھی آرام خاک لطف
 پہلو میں یوں ہی گر رہا یہ بیقرار دل
 ایک آشاءِ بامزہ صد عالم آشنا است
 بیگانہ دو جہاں سے میں آشاءِ دل
 آئینہ دار نور جمالِ علی ہو لطف
 منظور تجھ کو یار اگر ہے صفائے دل
 تھاروز تو گذر تیرے بیمار کا جوں توں
 کیا جائے کیونکر کئی شب کچھ نہیں معلوم
 اے ہم قفساں کوئی تو صیاد سے کہہ دو
 مدت ہوئی حالِ چمن اب کچھ نہیں معلوم
 ہے یہ بھی نئی چھیڑ شب وصل میں سوبار
 پوچھے وہ کتنی رہی شب کچھ نہیں معلوم
 اس عشق کی دولت نہ فقط جاں سے گئے ہم
 دل سے گئے دہن سے گئے ایمان سے گئے ہم
 گر جان سے گئے ہم تو نہیں جان کا کچھ غم
 صد شکر نہیں خاطر جاناں سے گئے ہم
 اس زلف نے کافر کیا اور رخ مسلمان
 دل دے کے غرض گہر و مسلمان سے گئے ہم
 اس رنگ سے گر فصل بہار آئی تو اب کے
 ہاتھوں سے جنون تیرے گریبان سے گئے ہم
 شور زغن و زانغ بھی ہے جو چمن میں
 تو نغمہ سرایانِ چمن یہاں سے گئے ہم
 ہے لطفِ علی قوتِ بازوی ضعیفان
 ہر مور کے کیوں نہ سلیمان سے گئے ہم
 دل تک بات بھی لانے کی یہاں طاقت اب یہاں نہیں
 اور وہاں ہر آن فشارِ دل کے سوا کچھ بات نہیں
 زلف کو اس کے کہنا سنبلِ دور یہ فہم رسا ہے
 غنچہ کہتے اس کا دہن پر غنچے میں وہ بات نہیں
 گئی جوانی آئی پیری موئے سیاہ سب ہوئے سفید
 تاکے غفلت جاگ اے غفل صبح ہوئی بارات نہیں
 بادِ صبا جو جاوے دکن سے کہیو ہند کے یاروں کو
 صبر کا تحفہ بھجو ہمیں اسے بہتر سوغات نہیں
 بات پر اپنے آجاویں تو سر پر پہلا اٹھاویں لطف
 سمجھ تو یہ کیا لوگ ہیں وہ بھی جن سے اٹھتی بات نہیں
 کعبہ سے ہم نہ واقف نہ تھکے سے آہ
 یہاں آستانِ دل ہے جبہ سائیاں ہیں

اے لطف اس غزل پر کہنا بقول سودا
 یہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں
 آپ تو بات میں بجڑتے ہیں
 واہ کیا مجھ سے پھول جھڑتے ہیں
 جا کے تک اپنے گھمٹگان کو دیکھ
 ساتھ کن حسرتوں کے گڑتے ہیں
 لطف تو اور آستانِ علی
 وہاں ملائیک جبین رگڑتے ہیں

آقا کا، خدائی کا، وہ جو عہدِ غلامی
 اے لطف وصی شہ لولاک سے باندھے

یہی ہے لازم اے عزیز و مدد تم اپنے خدا سے چاہو
 نبی کے صدقے سے وہ تمہاری تمہاری عقدوں کو داکریگا
 خدا نے اس امتحان کے خاطر عدم سے ہستی میں ہم کو لایا
 کہ شکر اپنا ملک فلک سے زیادہ آدم کیا کریگا
 خلاف اس کا نہیں عزیز و خوار الفت میں مال و زر کے
 اگر وہ چاہے تو خاکِ سحر اکو پل میں رشکِ طلا کریگا
 فلک کی دول ہمتی کے اوپر کبھی نہ گہراوے عزیزو
 جو شیر یا در دیا تھا تم کو وہ رزقِ دروزی بھی تم کو دیگا
 لطیف لازم یہی ہے تجھ کو کچھ اپنی عقلمندی کی فکر کیجئے
 کہاں تک تو فلک کا شکوہ ہیوں کی غیبت کیا کریگا
 ولہ

ترے باغِ حسن سے اے صنم تو کل ملانہ ثمر ملا
 مگر ایک شاخِ جدائی سے جو ملا سو خارِ جگر ملا
 میں عدم سے لے کے یہاں تک اسی جتو میں تیری رہا
 کسی باغِ ویر سے ثمر مجھے نہ ادھر ملانہ ادھر ملا
 ارے جو ہری مجھے مت ستا میں غریق
 کہ سوائے دانہ اشک کے نہیں کوئی مجھ کو گھر ملا
 یہی داغ ہے ارے بلبلو کو کیا ہوا وہ کدھر گیا
 جو لڑا یہ صحنِ چمن سے اب کہیں اڑکا پھر نہیں پر ملا
 نہ تو دوستی نہ تو دشمنی نہ طمع کسی کی نہ آرزو
 مگر اس کا دل سے غلام ہوں جو خوشی سے شام و سحر ملا
 نہ بدی کسی کی بیان کروں نہ خوشی کروں نہ خوشامدی
 یہی خوش ہے اس کی خدائی میں جو کہ مجھ کو ملا
 کبھی در پہ دیر کے جا رہا کبھی جی حرم سے لگا رہا
 یہ سوائے دل کو لطیف کے کہیں یار کا نہیں گھر رہا

صبا تم ملو گے بلبیل تو اس کو میرا سلام بولو جو میں نے بولا سو یاد رکھ کے وہ دلربا کو سلام بولو
 اگر وہ پوچھے پیام سن کر ہے کون ایسا ہمارا عاشق جو اس عشق سے بول بھجا وہ یار جانی کا یار بولو
 جواب اس کا یہی ہے بلبیل جو تم نے روز نازل سے صاحب خرید جس کو کہ کر چکے تھے وہی تو ہے یہ غلام بولو
 یہاں کے جو روح جفا لے دل یہ تن کو کب تک جنن کریگا یہ وہ بدن ہی جدا ہو تجھ سے زمین کے نیچے وطن کریگا
 عمر عزیز تیری سرپا رنج و بلا میں گذری عذاب دوزخ ہو جب ترے پر تو کس عرض سخن کریگا
 مشکل سے کرنے ہے کون مشکل کشا جہاں میں مگر جو مشکل کشا ہے تیرا وہ نار دوزخ جنن کریگا
 نہیں ہے ماتم سرا میں یارو یہ غم کسی سے ادا نہ ہوگا جو غم کہ شہدائے کربلا کا جناب حضرت حسن کریگا

لطیف سچ ہے کہ حوض کوثر اسی کی خاطر خدا بنایا

الم میں آل نبی کے رورو جو موج دریا میں کریگا

اگر خریدہ ہے وہ تمہارا تو اس کو جلدی سے تم بلالو تمہاری دوری سے زندگانی ہے اس کے اوپر حرام بولو
 نقاب ہجرت اٹھا کے رخ سے چمن کو رنگ سے بناؤ تمہارے زلف سیہ کی الفت کئی ہے جنگل میں شام بولو
 جو دم خوشی سے چمن میں گزرے سو ہے قیمت ارے عزیزو وگرنہ اس گلشن جہاں میں کہاں ہے کسکو قیام بولو
 لطیف پر جو گذر رہی ہے نہیں ہے پوشیدہ تم سے یہ درد اول سے تابا خروہ دلربا کو پیام بولو
 یہی نصیحت ہے ہاسلف کی سمجھ کے منہ سے سخن نکالو زبان بے استخوان کو میرے بلانے بد سے کوئی سنبھالو
 گلہ کسی کا کسی کے آگے کسی طرح کا نہ تم لے جاؤ اگر وہ شکوہ کرے تمہارا تو سن کے اسکو ہنسی میں نالو
 محبت خالص جو ہو تمہارا اس سے ہرگز نہ منہ کو موزو خلاف اسکا جو ہو منافق تو اسکی الفت پہ خاک ڈالو
 جو دل میں خوف خدا نہ ہو دے وہ دل کو سینے سے دور کیجئے ہے دوستوں کا یہی مقولہ بغل میں دشمن کے تیل نہ پالو
 جہاں میں کوئی چیز آمو سے نہیں زیادہ ارے عزیزو تم اسکو آب گہر سمجھ کے روانگی سے بہت بچالو
 سرانے فانی سے ہم بھی اپنا غبار بستر جھٹک رہے ہیں ذرا تو شہر و ہمارے خاطر بقا کی بستی کو جانے والو

کہاں نصیحت کا ہے زمانہ جو سن کے اوپر عمل کرے ہے
 لطیف خاموش ہو رہو تم کسی کو اب کچھ نہ بولو

در حرف المیم نو دو نہ اسماء

مایل تخلص میر محمدی سیدی یو وہ در جہاں آباد شاگرد مولوی قدرت
 اللہ اکبر آبادی و استاد شاہ نصیر دہلویت یک شعر از نتاج افکار اوست۔
 کیا کیا کموں میں تجھ سے دل زار کی ہوس مشہور ہے جہاں میں ہمدار کی ہوس
 مایل تخلص محمد یار بیگ از اہالی لکھنؤ یکے از شاگردان قلندر بخش
 جرات است ایک بیت از اوست۔

پیتا ہوں جام کی کے عوض کا نہ بنگ کا مایل ہو اہوں جب سے میں یک سبز رنگ کا
 مایل تخلص سید کاظم علی از اہالی خیر آباد است در ایجان شباب عمر ش
 بسر آمدہ این شعر اور است۔

شب ہجران کی آہ ایک طرف لاک اہسیاہ ایک طرف
 ماہر تخلص فخر الدین خان فرزند اشرف علی خان فغان یکے
 از شاگردان مرزار فیح السودا از ساکنان لکھنؤ بودہ ناچار این بیت از اوست۔

مٹی اتنی نہ فرصت تھی کہ اٹھکر مانگتے پانی ہو اتیر نگاہ یوں آہ دل میں کارگر کس کا
 مبتلا تخلص اسمش مرزا کاظم الخطاب از پیشگاہ وزیر الممالک عمر دان علی

خان اصلش از مشهد مقدس ووی در لکھنؤ و متولد گردیده بزرگانیش با احترام زیست
اند گویند کہ بتلابقاری صاحب دیوان است و ہم تذکرہ فراہم آورده این بیت از
فکرت اوست۔

شیشہ دل چک دیا تو نے سنگ دل آہ کیا کیا تو نے

بتلابقاری تخلص از اسم و رسمش آگئی نیست این شعر از اوست۔

وہ تیری سایہ دیوار میں پائے راحت چاندنی رات کو اے رشک قمر بھول گئے

محبوب تخلص مرزا غلام حیدر بیگ از اہل جہاں آباد شخصے است کہ سود
بفرزندیش برداشتہ بود صاحب گلشن ہند نوشتہ کہ نام محبوب میر غلام حیدر
بیگ است فرزند سرتاج شعر امر زار فیع السو دا شاعر شیرین کلام در آشنا پرستی
و یکرنگی مشہور خاص و عام در نظم ریختہ صاحب دیوان و در حسن ترکیب ناظم
رنگین بیان صاحب دو دیوان و در حسن ترکیب ناظم رنگین بیان صاحب دو
دیوان در جواب میر تقی میر تخلص مرزا علی لطف گوید در سن بیخیزار و دو صد و
پانزدہ ہجری مقدسہ بہ عسرت معاش در لکھنؤ دیدم چہار بیت از اوست۔

خو باں سے جو دل ملا کرے گا دھڑکا ہے یہی کہ کیا کرے گا
آوے بھی میجا میرے بالیں پہ تو کیا ہو بیمار یہ ایسا تو نہیں جسکو شفا ہو
اشک آنکھ میں ہو عشق سے تادل میں غم رہے یہ گھر ہے وہ خراب کے آتش میں نم رہے
طوبے کے نیچے بیٹھ کے روؤں گا زار زار جنت میں تیرے سایہ دیوار کے تلے

مجنون تخلص مجھول الاسم مشہور بدرویش سرمد ہنہ شخصی بودہ از اولاد
راے بھیم ناتھ بزرگانیش بیگ دو واسطہ باسلام مایل شدند از تلامذہ میر تقی میر
ست گویند کہ در کوچہ و بازار عور محض میگشت و این معنی دلیل ناشر تخلص
است اما مشکوف نشد کہ جنون سبب گردیدن باین تخلص است یا تخلص سبب گر
دیدن مجنون سخن کوتاہ یک بیت اور است۔

جی سے جی چاہے لہو تم نہ کسی سے پوچھو مجھ سے کیا پوچھتے ہو اپنے ہی جی سے پوچھو

مجنون تخلص نامش معلوم نشد کی از اہل عظیم آباد است کسب سخن از
میر ضیا کردہ این شعر از فکرت اوست۔

دن میں سو سوار اسکے رو برو جانا مجھے اسپیں سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے

مجرم تخلص میر فتح علی سیدیست از دہلی عالی حسب والا نسب مجتوی
کیسب آمدہ مانند عنقا گردیدہ ناچار شعر ہذا از اوست۔

اپنی خواہش پوچھتے ہو تو بھی چاہے دل چپکے بیٹھے سامنے صورت تمہاری دیکھتے

مجرم تخلص رحمت اللہ در اکبر آباد بحر فہ کسب معاش میکرده از مدت
مدید از ان شغل در گذشتہ و لباس فقیرانہ در برد کردہ فیض صحبت میر محمدی بیداریا
فتہ ۳ بیت از افکار اوست۔

دل افکار دیا دیدہ خوملا دیا چرخ ناساز نے کیا کیا مجھے آزار دیا
کی میں نے شکایت تو وہ بولا یہ تھا ہو گر ہم ہیں جفا جو تو کسی اور کو چاہو
کل غیر کے گھر رہنے کی کیا جھوٹ ہے پیارے کہا جائے حاضر ہوں مجھے گھورتے کیا ہو

محبور تخلص حق رسا از تلامذہ شاہ نصیر دہلوی است این بیت از دست این

بیت از دست

محزون تخلص میر ناصر خان خلف سید محمد نصیر رنج تخلص کہ بالفعل
سجادہ نشین خواجہ میر درد است کتب درسی نیک مختصر دارد خصوصاً در ریاضی
امروز مہارتے کہ اور است دیگر برانست گاہی لب بہ سخن میخساید ۳ ابیات
اور است۔

جھوٹ ہے اور سے کب میں نے لڑائی آنکھیں تم نہ بے فائدہ رو رو کے سجائیں آنکھیں
شاید اس وقت گیا آپ کا دھیان اور کہیں بات کرنے میں جو تم ربط سخن بھول گئے
نہ تو نامہ ہے نہ پیغام زبانی آیا حیف محزون مجھے یاران وطن بھول گئے

محزون تخلص عالم شاہ از مشائخ زادگان گدھ پختہ است و مصحفی کہ اور از
امروہہ دانستہ ۳ ابیات از دست۔

بے محابا چاک کرتا ہے گریبان کے تپیں کس کے آپنے سے چمن میں گل کو سودا ہو گیا
تم نہ فریاد کسی کی نہ فغان سنتے ہو اپنے مطلب ہی کی سنتے ہو جہاں سنتے ہو
اہل دنیا تو نہیں دیتے ہیں محزون غم کی داد کوہ کن کو خواب شیریں سے جگلاں نہ تو سعی

محو تخلص حسین علی خان اکبر آبادی خدمات انگریزی بہر می بردیک بیت
اور است۔

سنگ پھینکے ہو میری قبر پہ گل کے بدلے گالیاں دی ہے پس مرگ بھی قل کے بدلے

محو تخلص شیخ عظیم اللہ از اہل میرٹھ است ناچار این شعر از دست۔

متاع دل گر انما یہ ہے اپنے پاس اے ہدم یہ دولت اسکو بخشیں گے جسے ہم یار دیکھیے
محب تخلص شیخ ولی اللہ از مردم دہلی در لکھنو فوت کردہ با
مرزا رفیع السودا علاقہ شاگردی داشته از وظیفہ خواران سرکار میرزا سلیمان شکوہ
بہادر بودہ یک بیت اور است۔

خانہ دل کہ نہ ہو عشق کا آئین جس میں ہے وہ قرآن کے نہیں سورہ یا سین جس میں

محب تخلص نواب محبت خان فرزند ارجمند حافظ الملک نواب رحمت
خان مرحوم کہ ایالت بریلی و متعلقات آن بر ایشان مسلم بود و فور شہرت از
تفصیل مستغنی کردہ وی نیز چون پدر صاحب ورع و تقیات است و خداوند فہم و
فراست بہر دو لفظ حرف می زند صاحب گلشن ہند آور دہ کہ محبت در جمیع
اضاف سخن گفتہ و اصلاح از مرزا جعفر علی حسرت گرفتہ در معاصرین خویش
مشہور بودہ و بعد انتقال نواب حافظ رحمت خان در لکھنو آمدہ نواب آصف اللہ
ولہ مرحوم اعزاز و اکرام کردہ و ہمشاہرہ معقول معزز فرمودہ این دہ اشعار
افکارش اینست۔

جس کو تیری آنکھوں سے سروکار ہے گا
عاشقوں میں مجھے لکھا تو نے
قید ہوتے ہی ہو ادونوں جہاں سے آزاد
یہ بڑھا دیوانہ پن اپنا کہ ناصح دل ہوا
دشمن کی آنکھ میں بھی پہنچے نہ اے صبا دیکھ
منزل اول ہے اھی عشق کی اے تاب تو تان
جاتے ہیں جلد پھینکے تو سن کو عمر کے ہم
آپ کچھ غیروں کو چھپ چھپ کے رقم کرتے ہیں
گالی کا انتظار تو حسد سے گذر چکا
یا تھا فلک پر اسکا دماغ اب بھی خاک پر

بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا
آج چہرہ مرا حال ہوا
میں تو بندہ ہوں محبت کے گرفتاری کا
تھامرا ہم درد لیکن مجھکو سمجھانے لگا
میرا غبار کیجیو مبراد اسطرح کا
چھوڑ جاتے ہو تم افسوس یہیں مجھ کو کیا
کیا کیجئے محبت گھر دور ہے ہمارا
یہ جو ہو جھوٹ تو ہم ہاتھ قلم کرتے ہیں
منہ کو کہاں تلک تیرے دیکھا کرے کوئی
دل کی عجب بلندی و پستی نظر پڑے

محبت تخلص مرزا حسین علی نثر ادش از جہاں آباد خودش در لکھنؤ نشو و
نمایافتہ و مشورت سخن با قلندر بخش جرات می کردہ این دو بیت اور است۔

احوال میرا دھیان سے سنتا تھا ولیکن کچھ بات جو سمجھا تو کہا میں نہیں سنتا
اس بت نے جو غیروں پہ کیا لطف تو یارو مجھ سے نہ کہو بہر خدا میں نہیں سنتا

محشر تخلص اکرام اللہ خان از بدایون است در انجا از مشاہیر بودہ
ناچار یک شعر اور است۔

ہمیں نظر نہیں آتا کہ جی ہے محشر کوئی دن اور اگر درد انتظار رہے

محشر تخلص مرزا علی نقی کشمیری الاصل و منشاء وی لکھنؤ است بہر
دو زبان فکر میگرد غرور شاعری داشته بعد قتل مرزا علی مہلت کہ تفصیل این
اجمال تحت ترجمہ اوست۔ خوفاً از اجنا فراری شدہ بہ دہلی رسیدہ باخواجہ میر درد
پہوستہ از ایشان فایده ہائے بسیار برداشتہ بہ لکھنؤ رفتہ چون سالے چند بر این
گذشت و رشہ مقتول مذکور قاتل مسطورہ بقصاص کشند ناچار 2 دو بیت اور است۔

دور میں اس چشم کے گردوں کو آسائش نہیں کس گھڑی کس دم نئے فتنے کی فرمائش نہیں
جان منتظر ہے آنکھوں میں وقت رحیل ہے جلدی پہنچ کہ تیری ہی آنے کی ڈھیل ہے
محسن تخلص میر محسن برادر زادہ میر محمد تقی است ناچار یک شعر ازوست۔
حرف تیرے عقیق لب کا شوخ زندہ کرتا ہے نام عیسیٰ کا

محترم تخلص خواجہ محترم علی خان از کلانیاں عظیم آباد است سخن را بشاہ
گھسیٹا تخلص بہ عشق گذرانیدہ این پنج ابیات اور است۔

اے محترم اتنی اشک باری کھل جائے یہ ابر برس کر
دوستوں نے مرے کہا ان سے محترم کو کہو تو یہاں لائیں
لگے کہنے کہ شرط کر لو تم ہم جو مجلس میں اس کو بلوائیں
رونہ دیوے کہ جس کے رونے سے ساری محفل کے چہچہے جائیں
پیغام پھر جنون کے آنے لگے ہیں مجھ تک شاید بہار کے دن نزدیک آن پہنچے

محکم تخلص از حالش آگاہی نشد این پنج اشعار اور است۔

مجھے حیف ہے تیرا اے صنم کہوں جلے آہ یہ کس سے بس
یوں پکار اٹھا ترے در پہ شب مجھے چور کہے وہ بد لقب
تیرے جرمیں مجھے اے صنم یہاں پارے روتے دو ماہ کم
لپ غم کے آنے اٹھا بھوک غذا صنم یہ بجز مرا
نہ ملا درس ، نہ ملا درس ، نہ ملا درس ، نہ ملا درس
ترا آج عس ترا آج عس ترا آج عس ترا آج عس
ہوئے دو برس ہوئے دو برس ہوئے دو برس ہوئے دو برس
نہ پیا چرس نہ پیا چرس نہ پیا چرس نہ پیا چرس
مجھے بر میں محکم کھریا میں جان کر جو لپٹ گیا
ہر خار و خس ہر خار و خس ہر خار و خس ہر خار و خس

محمود تخلص محمود خان برادر زادہ اعظم الدولہ میر محمد خان سرور جو
انیست خوش فکر و خوش گفتار۔ کم سخن و خوش لقا خوش گل و شیرین زبان۔ بہ
پیرایہ حلم و ادب آراستہ صاحب گلشن بے خار گفتہ کہ یکی از احباب
فقیر است این بسمت اشعار از نتایج افکار اوست۔

گھر سے بے پردہ وہ رشک مہ روشن نکلا
افسوس ہو احشر میں کیا بے گنہ کا
میں اپنے تصور نے محالات کئے سبیل
مجھ کو جز مرگ عدوسے بھی ہو ارنج
نالہ دل بھی میری جان کا دشمن نکلا
قاتل جو ہمیں سر بہ گر بیان نظر آیا
پردے میں بھی مجھ کو رخ جانان نظر آیا
وہ شوخ جو انگشت بدندان نظر آیا

دشمن کو میرے گور پہ لانا نہیں اچھا
ہے زخم جگر نادرک قاتل کی نشانی
بیداد گذشتہ کی کرے کیونکر شکایت
تھا وصل میں یک بھر میں دو ہیں مرے معشوق
نہ ڈرانا رجنم سے عبث اے واعظ
اس وعدہ فراموش نے آنے کو کہا تھا
جان کیا چیز ہے پر عشق میں تاثیر تو ہو
وہ صید ہوں کے شوق اسیری ہے خود مجھے
ایسا ہی سبک زبیت نے ہجرال میں کیا ہے
اس ناتواں کو بام پہ پہنچا دے ہمتیں
دیکھتا کون ہے محمود عدو کو خوشی
اب تو حد تاثیر کی اے رشک خونین ہو بجلی
مر تکب ہم سو گنہ کہ ہو چکے پر ہے خموش
لاعزی سے میں نظر آتا نہیں
مردے کو مسلمان کے جلانا نہیں اچھا
اے چارہ گرد اسکو مٹانا نہیں اچھا
اسکو وہ مزہ یاد دلانا نہیں اچھا
کم موت کے جانب نہیں جاناں سے تعلق
ہے بجز ذکر عدو ہم کو جلانا مشکل
دروازے ہی پر رہنے لگے آٹھ پہر ہم
کوئی مر جائے اگر تو کوئی دلگیر تو ہو
صیاد بے دماغ کو رنج کیس تو ہو
گر چاہے توفان سے کوئی بیمار اڑا دے
شاید کے اس کے گھر کی طرف کی ہو اچلے
جب نظر کرتے ہیں افلاک پہ لا چاری سے
سب طراز دامن دلدار رنگین ہو چکی
کیا وہ بھی خود بھی قدر دان لذت دشنام ہے
چارہ گر بیٹھے ہیں ماتم داری سے

مخلص تخلص میر باقر اکبر آبادی نسبت تلمذ مصطفیٰ خان یکنگ داستہ
در زمان دولت محمد شاہ لو اے سخن می افراشته یک بیت اور است۔

میں تو بندہ ہوں تیرے جو روح جفا کا لیکن سخت دھڑکا ہے مجھے اس دل سودا کی کا
مخلص تخلص مخلص علی خان! ایش سفید گرد کان مرشد آباد است صاحب گلشن ہند۔

در تذکرہ خویش ذکر کردہ کہ مخلص علیجان مخلص خواہر زادہ نواب نوازش محمد خان شہامت جنگ ساکن مرشد آباد جوان خندہ روکشادہ پیشانی دایم خوشوقت و خوش زندگانی صاحب دیوان شاید در سن بیہزار و دو صد و ہفت ہجری مقدسہ در بنگالہ انتقال کرد بہشت ابیات اور است۔

مخلص مخف میں لیکر یہ مشیت خاک اپنی
مخلص کیا دریافت یہ میں سنگ محک سے
آخر پہ دل ہمارا کچھ داد کو نہ پہنچا
جو ہیں زخ سے اپنے اسنے جو زہ نقاب الٹا
دل مست ہے سو دہ زدہ تدبیر نازک
محبت میں تیری جا کر پھنسا دل
کیونکہ ہو ویگی زندگی اب آہ
کوئی اپنے اسیروں سے تغافل یہ بھی کرتا ہے

سجدے کو تیرے در پر یا تو تراب آیا
جو عیب کسی کا کہے منہ اسکا ہو کالا
جز نالہ کوئی اس کے فریاد کو نہ پہنچا
اسی دم حجاب کما کر پھرے آفتاب الٹا
دیوانہ زہر دست اور زنجیر ہے نازک
در یغا ہائے دل و احسرتا دل
دل کی نوبت تو جان پر آئی
قفس میں مر گئے ہم یہ خبر صیاد کو پہنچی

مدحت مخلص لکھنوی نام معلوم نگر دید کیے از تلامذہ مرزا جعفر علی حسرت است ناچار
یک شعر از دوست۔

لے گئی ہجر تیری گور میں یار آخر کار
مدہوش مخلص نامش معلوم نقد از شاگردان میر سوزیودہ این بیت اور است۔
مرا جس ناز سے تو نے لیا دل خدا جانے ہے اسکو یا مرا دل
مذنب مخلص شیخ آدم کتاب در ارقام ہفت قلم منتخب زمان و در جلد نویسی نادر دوران کہ تا
حال عمرش بہ نود سالہ رسیدہ زیادہ از لک بیت نوشتہ باشند و دیگر در فنون ہم لعل بے بہا این

دوازدہ ابیات از دوست۔

بتلاؤں کیا نمونہ میں ان چشم زار کا
شعلہ نہ بھڑکا آہ کا نکلا نہیں دھوان
مجنون کے رو برو ہوا لیلے کا انتقال
شہر عدم کو پہنچا جو ملک وجود چھوڑ
معصوم چہارہ ہیں شفیع اور خدا کریم
مر گئے بعد کہاں کا رشتہ کدھر کا ناتا
آہ کا شعلہ بھڑک اتنا ہوا اپنا بلند
بوند آنسو کا جو آنکھوں سے گرا خاک اوپر
ڈال پر بیٹھی ہوئی کہتی تھی بلبل افسوس
خواہش رب پہ رضامند رہو مذنب صابر
موجود میں نہاں ہو معدوم میں عیان ہو
بستے خیال میں ہو دستے نہ خواب میں ہو

نقشہ بعینہ ہے بس ابر بہار کا
جل کولے سارا کھ ہوا دلفگار کا
تھا یہ پتنگ اس کے ہو شمع مزار کا
کب اس کو ہے خیال کسی دو ستار کا
مذنب کو ذغذغہ نہیں روز شمار کا
غیر تنہائی کے ساتھ کہو کون آتا
اب میں پانی نہ ہوتا تو فلک جل جاتا
پھر وہ موتی کو کوئی ڈھونڈھے کہاں ہے پاتا
آج جو گل ہے کھلا باغ میں گل مر جھاتا
وہی ہو دیگا خدا حکم جو ہے فرماتا
معلوم نہ ہوتا ہے کیا حال ہے کہاں ہو
بھولے نہیں ہو جاتے یاد آتے جان جان ہو

مرزا مخلص آقا مرزا نام اصلش از ما ندران دوی در لکھنو متولد شدہ پدرش محمد
اسمغیل نام تجارت پیشہ بود از تلامذہ میر تقی میر است دو شعر اور است۔
بالیں سے جب وہ پھر گیا غش سے کھلی تب آنکھ مجھ نارسا کے طالع خوابیدہ دیکھنا
ہچانے تانہ کوئی کہ یہ کس کی لاش ہے سرتن سے لے گیا میرا قاتل تراش کے
مرزا مخلص مشہور عمر زانینا اسمش حکیم فضل اللہ از سلکانی قصبہ پانی پت اشعار فارسی ہم
میگفت در طب مہارتے شایان داشتہ ۳ اشعار از فکر ت اوست۔

دل جو اپنا تھا سو ہی بیگانہ اس زمانے میں کوئی یار نہیں
سخت مشکل میں ہے ہجر میں جینا زندگی اپنی اختیار نہیں
خالی اس سے نہیں ہے کعبہ و دیر کون سے سنگ میں شرار نہیں
مرزا تخلص ہدایت اللہ و ہلوی از مرہ فن موسیقی است یک بیت اور است۔

دل ہاتھ سے اشک آنکھ سے جی تن سے چلا جائے اے والے مصیبت کوئی کس کس کو سنبھالے
مرزا تخلص خواہر زادہ حکیم مرزا محمد خان و تلیدر ستم بیگ شاکر است ناچار یک

یک بیت ازوست۔

اگر زلف دراز یار میں ہے صد گرہ مرزا دل صد چاک یہ ہم بھی نشان شبانہ رکھتے ہیں
مروت تخلص صغیر علی نام فرزند حکیم کبیر علی از مردم سبھل از شاگردان
قلندر نجش جرات در گلشن بے خار آورده کہ او مثنوی بہ تنبیح میر حسن گفتہ و مناظر دعوی
وی درین فن همان بودہ این بیت از خوش کردہ شد۔

غیروں پہ دیکھ دیکھ کرم اس نگار کا چین بر جبین ہے نقش ہماری مزار کا

نظم پرداز نیکو شناس غلام محمد بہاؤ الدین حسین ساکن مدراس کشمیر الناس مینو
اساس المتخلص مروت شاگرد ارشد بہت ذکرش در حرف الباگذشت فرزند ارجمند غلام
محمد خان ابن حاجی غلام قطب الدین خان خواہر زادہ جدم نواب والا جاہ اول جنت مکان این
شانزدہ ۱۶ ایات مسطور۔

نکلا پہلو سے تو آنکھوں میں مقرر پیدا کیا دل نے کیا برسات میں رہنے کو گھر پیدا کیا

روتے روتے ہے یہ عالم دیدہ بے نور کا
ضعف سے تنگ استقدر ہے حال اس رنجور کا
برباد کیجئے نہ مروت بہار عمر
آئیو اے لخت دل مثرگان چشم زار پر
نا توانی سنگ مرقد ہے دل بیمار پر
مذہب الفت مروت سب ہے دنیا میں خوب
پھنئے مت اے عاشق رو کا کلوں کے دام میں
خاکوں کو خاک زیر چرخ ہو آرام و چین
تصور کے تصدق ہوں عجب کچھ عیش و عشرت میں
کہیں تجھ بن نہ ہم اے ماہ لقا جاتے ہیں
یہ وہ ہستی ہے کہ جب آئے تو روتے آئے
عمر برباد کر اے گل تیرے ہاتھوں ہے ہاتھ
گلشن دہر میں گل کھاویں مروت کب تک
داغ دل بس ہمیں تازہ است چمن کا ہے کو
رنج کیا کیا نہ میں اس عشق میں دیکھا دیکھو

جاچکی بینائی لیکن گھر بنا ناسور کا
وسعت کو مین گھر آتا نظر ہے مسور کا
چاروں طرف بگلشن ہستی خزان ہے اب
پھولتے گلزار میں ہیں پھول نوک خار پر
تو وہ ہائے خاک ہے بینائی چشم زار پر
کچھ مزاباتی نہیں اب کفر میں اسلام میں
قید ہوتے ہیں مسافر دن کو ملک شام میں
چرخ مر و ماہ کھاتے ہیں فلک کے دام میں
مزے یاد آرے ہیں وصل کے کیا خوب فرقت میں
برق کی شکل جہاں میں کبھو آجاتے ہیں
اور جو جاتے ہیں تو ہنستے کور لاجاتے ہیں
مشیت خاک اپنی ہو اپر نہ اڑا جاتے ہیں
باغ فردوس کی اب کھانے ہو جاتے ہیں
چادر گل تن عریان ہے چمن کا ہے کو
سینہ دیکھو مرا دل دیکھو کلیجہ دیکھو

مر ہون تخلص مرزا علی رضا وطن اصلی وی مشہد مقدس و خودش در شاہ جہاں آباد
متولد شدہ مخیر آباد رفتہ از ملائذہ میر ممنون این بست ۲۶ و شش اشعار اور است۔

ہر آرزوی دل کو حرماں نے خون کیا ہے گردن پہ یاس کے ہے خوں اپنی آرزو کا
جزیک نگاہ چشم کبھی اس کی خو نہیں قسمت تو دیکھ یہ بھی کبھو ہے کبھو نہیں

ہے مطرب و ساقی و می و ساغر و مینا اور بزم مسرت
زندگانی ہے یہ تجھ بن ہمیں اے انجن آرا، یہ محفل عشرت
معلوم نہیں کون گیا پاس سے اپنے، ایک بار جو یہاں سے
دل مسکن غم اور یہ سینہ ہوا اپنا، معمورہ حسرت
مدت سے فراموش ہے کچھ درد کی لذت، یہاں زخم جگر کو
نک حکم تبسم کا نمک ریز کو فرما، اے کان ملاح
کر قتل ولی مصلحتاً پوچھوں ہوں تجھ سے، بتلا رکھ اٹھی سے
پوچھے کہ تیرا کون بتا قاتل تو کہوں کیا، فردائے قیامت
محفل میں تھی اس شعلے کو اغیار سے گرمی، اور شمع صفت ہم
تا صبح پھٹکی اشک کے آتش سے سراپا، جل جائے یہ غیرت
جاتی ہے چھپی نور بنا گوش میں اسکے، یہ عقدہ لالی
کم جس سے صفائے سحری میں ہو یہ سرا، اللہ رے صباحت
یاس و الم و حسرت و داغ و غم حرمان، سب دل میں بھرے ہیں
ہم بے سر و ساماں بھی رکھتے ہیں مہیا سامان محبت
کس طرح سے ہو باز شب وصل میں یارب، یہ خاطر دلگیر
ہے دل میں گرہ اپنے یہاں لاک تمنا، اور تھوڑی سی فرصت
یاران سفر منزل مقصود کو پہنچے، اور صغف سے مرہون
تہا ہے اس دشت میں جون آبلہ فرسا، اے دائے مصیبت

ہو اے ام ظالم سخت اب تجھ بن ستاتی ہے
روندا آتا ہے جی جوں جوں گھٹا یہ اڈی آتی ہے
لگے ہے سن سنانے جی ہوا جب سن سناتی ہے
نہ تہارات کالی ہجر کی ہم کو ڈراتی ہے
کڑک کر کوند کر بجلی جد ہی آنکھیں دکھاتی ہے

قیامت ہے گھٹا کا جھوم مستی وار آنا
جھکوروں سے پون کی وہ نہالوں کا بھٹکے جانا
یہ سبزی لہلی صحرا کی اور موروں کا چلانا
پہیے کی صدائیں سن کے تجھ بن جی کا گھبرانہ
ڈراتی تپہ بیرن کو کلا کو کیس سناتی ہے
یہ دن برسات کے تجھ بن ہمیں اب یوں گذرتے ہیں
ہوائیں چلتی ہیں ٹھنڈی تو آہیں سرد بھرتے ہیں
گر جنے کی صدا سنتے ہیں جس دم نالہ کرتے ہیں
مستادیکھتے ہیں مینہ کو جوں جوں رو مرتے ہیں
چمک بجلی ہر یک پل ہیگی دل کی بڑھاتی ہے

ہمیں ساقی ہوا برسات کی تجھ بن ہے ترساقی
سہانی اس ہوا میں میجشی ہر گز نہیں بھاتی
ترا بوسے کا جھکنا یاد کر ہے چشم بھر آتے
طرح شیشے کے روتے روتے بس بچکی ہی لگ جاتی

لب سا غریب یہاں جس دم صراحی منہ جھکاتی ہے
چمن میں بلبلوں کو گل سے ہے اس فصل میں صحبت
میسروصل سے شمشاد کے قمری کو ہے عشرت
پتنگوں کو وصل شمع سے محفل میں ہے راحت
نصیب اپنے نہیں مر ہوں دلی اس شوخ سے وصلت
یہ رت ہے عیش کی بے یار پر کیا مفت جاتی ہے

مزل تخلص مزل شاہ از قدماست یک بیت اور است۔

میں نہ کہتا تھا مزل دے نہ دل نقد ایسا رایگاں کھونا نہ تھا

مسرور تخلص شیخ پیر بخش از سکنائے قصبہ کاکوری کہ پنج فرسخ از لکھنؤ است
اصلاح نظم از مصحفی گرفتہ ہم رکاب مرزا سلیمان شکوہ بہادر گذارش در جہاں آباد فادہ بود
۳ اشعار از دست۔

کہتی ہے یہ بروقت مجھے آبلہ پائی آگے کو قدم دشت معیلان سے نہ اٹھے
کرتے ہیں وہ غرنے سے اشارے کئی دن سے ہیں پیچھے پڑے دل کے ہمارے کئی دن سے
کر پھر سیر لیلے محمل سوار جائے مجنوں بھی ساتھ جوں شتر بے مہار جائے

مسرور تخلص مرزا سکنی بیک از مردم جہاں آباد و تلمیذ حکیم میر عزت اللہ خان عشق است
ناچار این شعر از دست۔

سدا اس چشم میگوں سے یہ دل مستانہ رکھتے ہیں

صراحی کی ہوس نہ خواہش پیانہ رکھتے ہیں

مسرور تخلص شرف الدین احمد پسر غلام محی الدین عشق و بتلا از مردم میرٹھ
اسف اشعار ریختہ عبارت ریختہ گرد آوردہ است این بیت اور است۔

ہے غیر کے گھر وہ شمع محفل دن رات مجھے یہی جلن ہے
مسکین تخلص سید عبدالواحد خان جو انے حریف و ظریف ہنگام درود دہلی سخن
کہ می گفت بر مومن خان میخواند اکنون بہ ان دور بر می برد یک بیت اور است۔

کیوں نہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو اس رنجور کا

جس کو اب تک رنجی بھی ایک سفر ہے دور کا

مسرت تخلص شیخ وزیر علی استفادہ شعر از حکیم عزت اللہ عشق
کردہ از باشندگان دہلی است از چند سال بہ حیدر آباد رفتہ بجز گہ شعر ای چند
و لعل بود و شعر ہذا اور است۔

اگر چہ روتے روتے کھوئیں آنکھیں نہ رکھا دیدہ خونبار پر ہاتھ

مسرت تخلص یار علی خان از رہالی عظیم آباد و تلامذہ مرزا مٹھو فدوی
است این بیت از دست۔

نزع تک وصل کی ہے یار امید ہے مثل ایک دم ہزار امید

مسیح تخلص براتی نام سوداگریست کشمیری الاصل ناچار ازو شعر ہذا است۔

شاید کہ موے زلف کا شانہ تھا دست غیر

بے ڈھب رہا تھا جی کو میرے پیچ و تاب رات

مشیر تخلص قطب الدین از مردم جہاں آبادیست گویند کہ از ارشد تلامذہ شاہ

نصیر است چنانچہ صاحب گلشن بے خار نوشتہ کہ فقیر اور ادب محفل مشاعرہ دیدہ و کلامش ہم در انجا شنیدہ پیرو طریقہ استاد است این بیت کی از افکار است او است۔

یہ غل ہے کہ وحشی نے ترے پاؤں نکالے

پھر دشت جنون سلسلہ جنباں نہ ہوا ہو

مشاق تخلص عبداللہ خان الخطاب بہ مشاق علی خان ایرانی نثر اور است بزمہ شعر الے

پائے تخت جہاں آباد ہشامی آمد پارہ جعفر در مل میدانست ہوس کیسی سازی بسیار داشت اکثر خطوط را چون زیبا و لاویزی نگاشت ہفت ابیات اور است۔

کی یک نگاہ یاس جو مثرگان یار پر

سو بر چھیاں چلیں دل امیدوار پر

جی بند ہو نکل بھی گیا تو کھلی رہی ہے

اے چشم آفرین ہے تیرے انتظار پر

مٹے ہے دم بدم یہاں وصل کے تدبیر کا نقشہ

دکھائی دے ہے بے ڈھب کچھ ہمیں تقدیر کا نقشہ

دم مرگ مت پوچھ لکنت کا باعث

کبھی اشک بھر آئی تو پی گئے ہم

کہ مد نظر آمو تھی کسی کے

زباں پر گرہ گفتگو تھی کسی کے

رنگ کیوں سبز ہے چہرے کا تیرے اے مشاق

کبھی اشک بھر آئے تو پی گئے ہم

کہ مد نظر آمو تھی کسی کی

کس نے دیکھا ہے تجھے زہر ہری آنکھوں سے

اپنی ہم سذگی پہ پھولتے تھے

پھر جو دیکھا وہاں خدائی ہے

مشاق تخلص حافظ تاج الدین ساکن میرٹھ چشمش از حلیہ نور عور است

ناچار یک شعر از دست۔

کوہ کن و پرویز کو قصہ اپنا اپنا سنانے دو ہے یہ وہی افسانہ شیرین ایک پری دیوانے دو

مشاق تخلص محمد واصل نام شاعر یست از بد اول ناچار یک بیت اور است۔

ہمارے کام پہ ہر چند آسمان پھرے تجھے قسم ہے جو تو اس طرف کو آن پھرے

مشہور تخلص از کا تیاں بریلی است باوجودیکہ تخلص بمشہور است حالش مشہور

نہیست ناچار این شعر از دست۔

خوشی سے کیوں نہ اے مشہور اب بغلیں جھائیں ہم

ملے گا یار ہم سے آج پھر بازو پھڑکتے ہیں

مشہور تخلص مرزا محسن دیگر حالش معلوم نشد این چہ ابیات از دست۔

ہو کیوں نہ مرے دل کو ازیت کئی دن سے پھر غیر پہ کرتا ہے وہ شفقت کئی دن سے

اغیار سے وہاں اسکو ہے خلوت کئی دن سے یہاں نوع دیگر ہے میری حالت کئی دن سے

دیوانہ ہوں کس آہوے وحشی کا جو مجھ کو بن بن لئے پھرتی ہے یہ وحشت کئی دن سے

صد حیف کے شیرین نے کبھی یہ نہ کہا کیوں تر خون میں ہے فرہاد کی صورت کئی دن سے

جا قرار گرفتہ وفاتش در سن یک ہزار و دو صد و چهل ہجری مقدسہ رودادہ عمر بسیار یافتہ ابتدا بیش انتہای دورہ سودا و باجرات و انشاء مشاعر و مطارحات کردہ شش دیوان ریختہ دو تذکرہ تمام کردہ و دیوانی در فارسی و تذکرہ ہم دارد مشق او از این جاتوان دریافت در بلاد مشرق بسیار مسلم و باستانی علم بود و اکثر سخنواران آن بلدان اکتاب فن از کردہ اند ہر چند بمقتضائے شیوہ بسیار گویاں اکثر کلامش پر کم مایہ و از لطایف خالیست اما گزیدہ اشعار او در نہایت رحمت والا و مرتبت عالی است چنانچہ این ابیات کہ از دو انین وی گزیدہ آمد پیدا است این پنجاہ و شش ابیات اور است۔

رویف ”الف“ شانزدہ ابیات

میں اسی رشک سے مرتاہوں کہ کل غیر نے ہائے
درد و غم کو بھی ہے نصیبہ شرط
تھا اگر روز قیامت تو بھی ہم شادان رہے
اے مصحفی بتوں میں ہوتی ہے یہ کرامت
نامے کے میرے پرزے لاڈالے میرے آگے
مرض عشق سے گراب کے سنبھل جاؤنگا
مجھ کو قاصد کے تعافل نے تو مارا ہے
مصحفی ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
مت میرے رنگ زرد کا چرچا کرو کہ یہاں
صیاد کی گلی ہے وہ کوچہ کیا کہ جس میں
فصل گل فصل خزان دونو گئیں اے صیاد
ہاتھ ہنگام قسم کیوں ترے سر پہ رکھا
یہ بھی قسمت سوا نہیں ملتا
وہ جو ایک دن اس کے ملنے کا مقرر ہو گیا
دل پھر گیا نہ تیرا آخر خدا سے دیکھا
نامے کا میرے قاصد یہ کیا جواب لایا
تو میں دوچار برس کو کہیں ٹل جاؤں گا
روز ظالم یہی کہتا ہے کہ کل جاؤں گا
تیرے دل میں تو بہت کام رنوکا نکلا
رنگ یکساں ہمیشہ کسی کا نہیں رہا
سر خاک پر پڑا ہے اکثر کبوتروں گا
مرغ دل کون سے موسم میں رہا ہو دیگا

کوئی آفت جان یہاں سے ہے گذرا کہ ہے برپا
مرنے کی خبر اس کی نہیں قیس کو شاید
افسوس نہیں آج میاں منتظر اس جا
ہوتے تو پہنچے وہ میرے داؤ سخن کو
طرح غزل اب جی میں ہے مشہور لکھوں میں
افراط الم نے کیا خون دل کئی دن سے
جلدی لے خبر اسکی کہ بیمار کا تیرے
لو شیخ مبارک ہو کہ اب نام تمہارا
مشہور پر از درد غزل اور بھی یک لکھ
ہوں گرم فغاں کیونکہ عنادل کئی دن سے
اے قیس چلا بخد سے کیا ناقہ لیلیا
کس قاتل بیدرد کا کوچہ ہے کہ یہاں سے
پیر اپنے بعرس میں کیا جا کے کرو گے
اب آب و ہوا یہاں کی ہمیں اس نہیں ہے
مصہد ر تخلص ماشاء اللہ خان پدر میر انشاء اللہ خان است عادت است کہ پسر بنام پدر
شناختہ می شود و گاہے مخالف نیز کذا ہند اوے در طلب جا یگا ہی شائستہ دارد گاہے بسخن ہم تو
جہمی آرد این شعر از فکر ت اوست۔

کافر ہو سب تیرے کرے چاہے کسوی
مصحفی تخلص غلام ہمدانی اصلش از قصبہ امر وہہ من مضافات مراد آباد در
غضوان جوانی جہاں آباد آمدہ طرح اقامت افگندہ آخر باہ لکھنور فتہ و تانفس آخر ہمدراں

ہائے وہ دل کہ جسے میں نے بغل میں پالا
فلک گر ہنساتا ہے مجھ پر کسی کو
کھانے نہیں دیتے ہیں مجھے خون جگر بھی
وہ سنے یا نہ سنے اس کو ہم اپنا احوال
چو کھٹ پہ جن کے میں نے رور کے رات کاٹی
کوچے سے نکل کر ترے میں نالہ کروں گا

اب اسے یوں ہدف ناوک مٹرگاں دیکھوں
میں ہنس کر فلک کی طرف دیکھتا ہوں
نالے تو میرے حلق کے دربان ہوئے ہیں
پس دیوار کھڑے ہو کے سنا جاتے ہیں
سنتا ہوں صبح تھا وہ مسمال کسی کے گھر میں
معلوم ہوا اب مجھے تاثیر نہیں یہاں

ردیف ”و“ دو بیت

میں ہوں وہ تلخ کام کہ روز وصال بھی
اپنا بھی جی سے جانا اب ہو چکا مسلم

آئے جو لب پہ خندہ میرے زہر قند ہو
ہم رہ سکیں ہیں کوئی جب تم چلے سفر کو

ردیف ”ھ“ ایک شعر

تھی شب وصل کھل گئی جو ہیں آنکھ
رنگ نق ہو گیا سحر کو دیکھ

ردیف ”ے“ بکست و دو بیت

کنج قفس میں ہم تو رہے مصحفی اسیر
ہم نذر تیغ یار کریں اس کو مصحفی

فصل بہار باغ میں دھو میں مچا گئیں
جوں شمع زیر تیغ یہاں عمر کٹ گئی

گر یہ کے ہاتھ سے جو بدن میں لہور ہے
بدنہ تھا ہم بھی تخلص جو مزاری کرتے

رات آتی ہے تو ایک نجھ پہ عذاب آتا ہے

بھج دیتا ہے خیال اپنے عوض اپنے مدام
چین سے کیونکر میں سووں کہ شب ہجر مجھے

کس قدر یار کو غم ہے میری تنہائی کا
یاد آتا ہے وہ راتوں کا جگانا

تیرا کیا یار کے دامن کی خبر پوچھو ہو ہم سے
تلوار کو کھینچ نہیں پڑے واہ

کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

ردیف التا یک بیت

آنے کی تیری کہہ کے مراد تو خوش کیا
قاصد نے گو کہ اپنی طرف سے بنائی بات

ردیف ”ح“ ایک بیت

پیری میں اور بھی ہوے غافل ہزار حیف
بے اختیار لے گئی ہم کو یہ خواب صبح

ردیف ”ل“ ایک بیت

تھا آپ کا یہ دیوان مرانامہ اعمال
کا ہے کو فرشتوں نے لکھا نامہ اعمال

ردیف ”م“ ایک بیت

چھیڑ مت ہر دم نہ آئینہ دیکھا
آنے دو اسے جسکے لئے چاک کیا ہے

اپنی صورت سے خفا بیٹھے ہیں ہم
ناصح سے گریبان کو سلانے کے نہیں ہم

غافل تو ہوا ہم سے ذرہ بھی تو نہیں ہم

ردیف ”ن“ نہ بیت

پھٹ چکا جب سے گریباں تب سے
ہاں پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں

وہی دست اور وہی گریباں چاک
جب تلک ہاتھ پاؤں چلتے ہیں

تو آئے نے آئے ولے ہم تو ہر شب
تیری راہ تا صبح دم دیکھتے ہیں

میں تیرے واسطے سرپٹکوں ہوں دیواروں سے
او دامن کو اٹھا کے جانے والے
آتا ہے جی میں روکے ڈو دوں اسے بھی سب
از بس دو چند شوق رہا مجھ کو نامد
ہائے کعبے سے پھر اب تک ہر گز نہ مصحفی
تو آ کے بیٹھے دم نزع جس کی بالیں پر
تری تصویر کولے کر شیرین
دل کے دھڑکوں کا یہ عالم ہے کہ بے منت دست
یہ شب ہجر میں اٹھ اٹھ کے قلق کے مارے
وعدہ قتل سے رکھتا ہوں دل اپنے کو میں شاد
پیری میں بھی ہم الفت طفلان سے نہ چھوٹے
وہ جی میں یہ نازاں کے مرارعب تو دیکھو
صبح کی شام ہوئی شام کی پھر رات ہوئی
مجھ کو پامال کر گیا ہے ابھی
اس کو صحبت کا گر دماغ نہیں
ہر گز در اس کا وا نہوا ہم سے سینکڑوں
غم کھاتا ہوں جتنا میری نیت نہیں پھرتی

چین کس طرح تجھے خانہ خراب آتا ہے
تک ہمکو بھی خاک سے اٹھالے
یہ تھوڑی سی جو پانی کے باہر زمین ہے
آیا جو وہاں سے ایک تو پھر یہاں سے دو گئے
اسکو وہاں کیا جانے کس بت سے محبت ہو گئی
وہ مر بھی جائے تو آنکھیں کبھی نہ بند کرے
اپنی چھاتی سے لگا رکھتی ہے
پر زے ہو ہو کے گر بیان اڑا جاتا ہے
دل کو دیتا ہوں تسلی کہ سحر ہوتی ہے
کہ اسی وعدے میں یک وعدہ دیدار بھی ہے
لکھ پڑھ بھی چکے قید ولبستال سے نہ چھوٹے
میں خوش کہ خیال مجھہ دور کسے ہے
یہی وعدے میں تو کب اس سے ملاقات ہوئی
یہ جو دامن اٹھائے جاتا ہے
طبع اپنی بھی کچھ علیل سی ہے
سر کو ٹپک ٹپک پس دیوار مر گئے
کیا غم ہے مزے کا کہ طبیعت نہیں پھرتی

مضمون تخلص یکے از عصران میر و مرزا است دیگر حالش معلوم

نشد یک بیت اور است۔

جی سے اس بن کون ہے خوش واہ یہ ہودہ نہ ہو کس کو خواہش ہے معاذ اللہ یہ ہو وہ نہ ہو

مضمون تخلص شیخ شرف الدین از اولاد شیخ فرید شکر گنج نور اللہ مضعہ
از مردم قصبہ جاج مہو کہ از متعلقات اکبر آباد است نوبتی دارد جہاں آباد شدہ بود
از تلامذہ خان آرزو است فکر تش مقصور بر ایہام است کہ شیوہ اہل زمانش بودہ
در دلی انتقال شد و شعر ازوست۔

ہم نے کیا کیا نہ ترے عشق میں محبوب کیا صبر ایوب کیا، گریہ یعقوب کیا
ہمارا اشک قاصد کی طرح ہر گز نہیں تھمتا دل بیتاب کا شاید لئے مکتوب جاتا ہے

مضطر تخلص کنور سین از سکنائے لکھنواست از عرض دوازده سال
بہ علاقہ تحصیلداری ڈباے کہ از متعلقات بلند شہر است بسر اوقات میازد
صاحب گلشن بے خار نوشته کہ بارہا از من ملاقی شدہ است شوق شعرش از
اندازہ افزوں تر و ہنم انگسار فراواں دارد قصیدہ در واقع کر بلا نوشته دو ۳ بیت
از ان بر من خواندہ بود معلوم می شد کہ مضامین معقول یافتہ باشد و خود را از
تلامذہ مصحفی می کرد این ۳ اشعار از نتائج اف کار اوست۔
خلل انداز وفا کونسا غماز ہوا کہ جواب خط مضطر قلم انداز ہوا
سوز جگر کو دیدہ پر غم کو دیکھئے ان آفتوں کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

ابھی سے بیقراری ہے تو ہم نے دل مضطر مقرر رات کاٹی
 مضطر تخلص اسمش مرزا سنگیں شخصے ذہن و خوش اختلاط تعارف
 باصاحب گلشن بے خار دارد این دو شعر از دوست۔

کیا کیادست جنون یہ تیری بے جانی نے میں تو خوش تھا کہ کفن میں بھی گریبان ہوگا
 تھا خودہ تڑپنے سے خجالت زدہ ہم تو مضطر کے کبھی خون کا دعویٰ نہ کریئے

مضطر تخلص در گاہ پر شاد از کاتیان لکھنؤ واست از تلامذہ محمد عیسیٰ
 تنها ایک شعر اور است۔

ترے وعدے پہ اب ہے دم شماری بہت اختر شماری کر چکے ہم

مضطر تخلص محمد حاجی فرزند قاضی رحمت اللہ خان کہ قاضی
 القضاة دہلی بود از تلامذہ ممنون است بالفعل سرے بظلم ندارد بعد وفات
 پدرش خدمت قضاوی تعلق گرفتہ مردے مہذب و مآدب ایک
 شعر اور است۔

کتنی کسی طرح سے نہیں یہ شب فراق شاید کہ گردش آج تجھے آسمان نہیں

مظہر تخلص اسم شریفش مرزا جان جان علوی نسب بزرگان ایشان
 از ارباب مناصب بودہ اند پدربزرگوار ایشان بعلتی از عالم گیر بادشاہ آزرده ترک
 منصب گفتہ مرزا در اکبر آباد نشو و نما یافتہ عاقبت میانہ جہاں آباد طرح سکونت

انداختہ کسب باطن از خدمت سید نور بد اونی نقشبندی فرمودہ بسبب پاکیزگی گوہر
 و حسن فطرت قطعاً خازف دینار و نکرده از ریعان شباب طالب شیخ و تہذیب
 نفس مایل و بریاضت مصروف ماندہ شاہ غلام علی کہ از مشاہیر شیوخ دہلی است
 از مریدان دوست و باہمہ فضائل ہمہ تن ورد مجسم دل نرم و ہنگامہ عاشقی گرم
 داشت شورش در سر و بر عنایان نظرش بود اگر لختے بشرح نفاست و نزاکت
 طبعش پردازد و فتر باید نوشت و وفور شہرت از ان معذور داشتہ سخن کوتاہ فکر سخن
 فارسی بسیاری کردہ بغایت پسندیدہ مطلوب و مقبول دارد دیوانے مختصر فراہم
 آورده بیاضی جمع کردہ است خریطہ جوہر نام بر تماشا لیش ہیدا است کہ سلیقہ
 انتخاب ہم شایستہ بشیوہ دیگر ارباب تذکرہ کہ در رطب و یابس تفرقہ و تمیز
 نمیکنند نمیساند و قحے ابیات ریختہ ہم میگفتہ در ماہ محرم ۱۱۹۲ ہجری بعضے از
 تعصب کیشان بیباک و بیدردان سفاک شہیدش کردند و او خوش بقاتل خشید
 میر قمر الدین منت عاشق حمید امات شہید اتار تخی و فالتش یافتہ و مرزا علی لطف
 در تذکرہ خویش چنین گفتہ کہ مرزا مذکور در نظم و در نثر ریختہ نہایت خوش بیان
 و نادر زمان بود کہ اصل و طنش اکبر آباد و نشو و نما لیش بشاہ جہاں آباد است و فقیہ
 صاحب درد مند تخلص و میر عبدالحی تابان تخلص از شاگردان رشیدش است
 میگویند کہ ہفتم روز عاشورہ بر لب بام خویش نشستہ بودند کہ ناگاہ یکی از سرداران
 رہیلہ بر اے ملاقاتش آمد ایشان از برائے او پائیں آمدہ باہم نشستہ بودند کہ ناگاہ بہ

زیر بام شان گزر علمہا شدہ سردار رہیلہ مذکور استادہ شدہ سینہ زنی کرد و موافق
 عادت بسلام شدہ مرزای مذکور بچکان کہ نشستہ بودند بلکہ متمسم شدہ فرمودند در
 مقدمہ کہ یک ہزار و دو صد سال شدہ آنرا در ہر سال تازہ کردن بدعت است
 و بہ ہیزم ہا اسلام و تسلیم کردن نہایت خفت عقل مردم کہ ہمراہ علم بودند این
 گفتگو شنیدند و ذکر تعصب مرزاء مذکور در ہر عاشورہ و محفل عزادو ۳ شب
 جاری بود آخر شب شہادت کہ عبارت از شب دہم عاشورہ است شخصی بر در
 شان آمدہ و او شانرا اطلبید چونکہ او شان پیر و آمدند بے گفت و شنید پنجہ باو شان زدہ
 راہ خود گرفت کہ سن مبارک شان ہم قریب صد سال بود و ایشان ازاں صدمہ
 زخم کاری خوردند لیکن با استقلال طبعیت خویش باز خود را بالہ خانہ رسانیدند
 رسن بجز از ویک صد و نو دو چہار ۱۱۹۴ھ ہجری مقدسہ ازین صدمہ روح پاکش
 از قالب عنصری جدا شدہ بہ روضہ رضوان مقیم گشت و مرزار فیع السودانیز تاریخ
 وفاتش فرمود۔

تاریخ وفات

مظہر کو کیا قتل جو یک مرتبہ شوم اور اسکی ہوئی خبر شہادت کی عموم
 تاریخ وفات اس کی کمی از روی درد سودا نے کہ ہاے جان جاناں مظلوم
 و این ۳ اشعار از خیالات اوست۔
 لوگ کہتے ہیں موا مظہر یکس افسوس کیا ہوا اس کو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا

ہم نے کی ہے توبہ اور دھو میں پچاتی ہے بہار ہاے بس چلتا نہیں اور مفت جاتی ہے بہار
 خدا کے واسطے اس کو نہ ٹو کو یہی یک شہر میں قاتل رہا ہے
 مظفر تخلص سید مظفر علی خان خلف سید قلندر علیخان بہادر از تلامذہ
 ممنون یک بیت اور است۔

تجھ کو ہی پوچھتا تھا کل نزع میں مظفر آیا بہت ہی رونا ہم کو جو تونہ آنا

معقول تخلص حالش واضح گلشت این شعر از فکر ت اوست۔

رقیبوں پر غضب ڈر ہم گئے ہیں ہوا زخمی کوئی مرہم کر گئے ہیں

معنی تخلص محمد امین از سکتاے جوانب مشرق است و فاتح میانہ

کول اتفاق افتادہ ناچار یک بیت ازوست۔

سر مہ منظور نظر ٹہرا ہے چشم یار کو نیلا گنڈا ہی نہ پایا مردم بیمار کو

معین تخلص معین الدین خان از تلامذہ مرزار فیع السودا اور الہ آباد

بسر می برد ناچار یک شعر ازوست۔

ہوں میں وہ دیوانہ کہ بہار آنے سے پہلے زنجیر میں رکھتے معین مجھ کو جکڑ کر

معروف تخلص الہی بخش خان نام برادر کو چک فخر الدولہ نواب احمد

بخش خان بہادر فرزند کہیں مرزا عارف خان برادر شرف الدولہ قاسم خان کہ از

اعظم امرای عہد ذوالفقار الدولہ نواب مخف خان بہادر بودہ غفر اللہ لہم اجمعین
بفیض صحبت درویشانِ محلقہ ایشان در آمدہ ترک دنیا گفتہ با فن شعر الفتنہ پیش از
پیش داشت در سن بیہزار و دو صد و چهل و دو از ہجرت خیر البشر صلوات اللہ و
سلامہ الاکبر این جہاں گذراں را گذاشت صاحب دود یوانست اکثر خیالات
رنگین مضامین دلنشین دارد این سی ۳۳ و سہ اشعار ذیل از دیوان اول
اور التفات یافت۔

اور تو باتیں بری چھٹ گئیں سب جیتے جی
تھاشب وعدہ یہ احوال ہر ایک کھلے پر
چشم تر سے گرچہ آثر گال یہ ہانی پھر گیا
کہتا ہے جب وہ ہنسر ہے گر یہ اختیاری
سینہ پر داغ کے دولت لئے جائینگے ساتھ
کعبے میں منی پیا کئے ہیں یار
بات کا اپنی وہاں نباہ نہیں
اٹھے جہاں سے ہم آتے ہی ان کے اے معروف
کہا جو میں نے کہ اس ناتواں کا سینہ حال،
سو گئے جو اسکے ہم دیوار کے سایہ تلے
وضو کو مانگ کے پانی نخل نہ کر معروف
یہ لاوج خاک نشینی میں عشق نے مٹا

آنکھ منہ ہی پر چھٹا ایک مگر دیکھنا
چونک پڑتا تھا کہ اب کے تو مقرر آیا
اسپہ بھی تو نوح کے طوفان پہ پانی پھر گیا
آتا ہے اور مجھ کو بے اختیار رونا
مثل قاروں کچھ نہیں جائینگے ہم یہاں چھوڑ کر
مسجد و خانقاہ ایک طرف
دوستی کا نباہ ایک طرف
غرض کہ ختم ہے بس اس سے اب سوا تعظیم
کہا جو حال سنا دے وہ ناتواں نہیں
ہم کو اس تقصیر پر اس نے بیٹھا یا دھوپ میں
یہ مفلسی ہے تیم کو گھر میں خاک نہیں
کرے ہے آہ میری آسمان سے باتیں

ڈو دیا مجھے اس چشم تر کو کیا کوسوں
آپ جس وقت رقیبوں کی قسم کھاتے ہیں
اپنی آنکھیں باندھتا آئے نہ تجھ کو مجھ پر رحم
مئے کے پینے سے تو ہر چند بنا ہے توبہ
کیسی بے رحمی خدا نے اس کے جی میں ڈال دی
دیکھ کر رفتار اس خوش قد کی کہتی ہے نسیم
جواب خط نہیں دیتا نہ دے جواب تو دے
کچھ تو سمجھ لیا ہے جو اس کو دیا ہے دل
تو ایک مجھ سے کاش وفا کر کہ بعد ازین
دیکھی جو سب نے شدت وہاں بھی میری بھاگنے
عمر آخر ہو چکی قاتل نہیں ملتا کوئی
وہاں زخم جگر پر بھی ترحم نہیں کرتے
صید شاہین کی طرح ہوں میں اسیر الفت
کس سے فریاد یہ میں جا کے کروں مثل سپند
گر یہ واہ و نفاں سے ایک دم فرصت نہیں
ہم تو جھوٹے ہیں محبت میں مگر
خرق عادت اپنے دیوانہ کی دیکھ
بعد مرنے کے ملی میری سیہ سختی کی داد
معروف اب تو دیکھتے ہو تم ہمیں غریب

جلا دیا مجھے سوزِ جگر کو کیا کوسوں
ہم رقیبوں کے نصیبوں کی قسم کھاتے ہیں
میری آنکھیں کس لئے باندھی ہے اے جلا تو
پر مغان سے یہ نخل ہوں کہ الہی التوبہ
بات رونے کی میری سن کر ہنسی میں ڈال دی
جان یہ کس نے تن سروسسی میں ڈال دی
کہ قاصد آ کے جو کچھ دے خبر شتاب تو دے
کیوں نا صحابث ہمیں سمجھائے جاے ہے
مقدور کیا جو کوئی تجھے بے وفا کہے
کیا کیا ہنسی ہوئی ہے دیوارِ قہقہہ کی
کاٹ ڈالوں جی میں ہے اپنا گلا تلوار سے
کیا فائدہ پھاڑا جو گریبان کسی نے
ذبح کرتا ہے تجھے جو کہ چھڑاتا ہے مجھے
خورد جو ہے جہاں میں سو جلاتا ہے مجھے
ہم سمجھتے تھے محبت کام بیکاروں کا ہے
امتحان بھی نہیں کرتا کوئی
جس طرف کودہ چلے پتھر چلے
لغش کے ہمراہ تھا وہ موے سر کھولے ہوئے
ٹک منہ لگائے یار تو پھر ہم کو دیکھئے

روٹھے کو تو چلے روٹھ کے ہم وہاں سے ولے مڑ کے تکتے تھے کہ اب کوئی منا کر لجاے
 ناتواں مجھ سے کس طرح کرے قاتل دو ہوں میں وہ جزد کہ جولہ جزی ہوونے
 مغل تخلص مغل علی خلف محمد عسکری کشمیری الاصل شعر ہذا دوست۔

خورشید جو نکلا ہے اس وقت پہ لرزاں ہو کوٹھے پہ کھڑا شاید وہ مہ لقا ہوگا۔
 مغموم تخلص میر مشیت علی از تلامذہ حکیم عزت اللہ خان عشق این بیت از فکر ت دوست۔

خیال چشم میگوں میں قدم متانہ رکھتے ہیں دیوانے ہیں ہمارا نام جو دیوانہ رکھتے ہیں
 مفتون تخلص مرزا کریم بخش از دو دمان گورگانی دو بیت اور است۔

مفتون خمار بادہ سب ہو تو پھر پیو یک جام جا کے ساتی بیان شکن کے پاس
 مفتون عجب مزہ ہے ملاقات بے غرض ملنے اگر کوسے تو مطلب نہ چھیڑیے
 مفلس تخلص محبت علی حالش از تخلص پیدا است در رام پور بظہر فروختن کسب معیشت
 میکر دیک شعر از دوست۔

آؤں گالا کہ بار پہ درباں ترے کہیں مفلس مجھے سمجھ کے بے آبرو کریں
 مقبول تخلص مقبول بنی فرزند انعام اللہ خان یقین از سکناے جہاں آباد از تلامذہ ثناء اللہ
 خان فراق شمر دہ می شود ناچار یک بیت از دوست۔

دل گر فتاری کو اس زلف کے چاہے تھا عشق نے ڈالی ہے یہ پاؤں میں زنجیر بزور
 مقبول تخلص ابراہیم بیگ اصفہانی نثر اور است مولدش جہاں آباد اکتساب فنون نظیہ
 از خدمت غلام ہمدانی مصحفی کردہ ناچار شعر ہذا دوست۔

میں یہاں خوں رویا ہوں ہاتھوں سے ان کے جو پاؤں میں اس کے حنا باندھتے ہیں
 مقصود تخلص از سوقیاں لکھنؤ است ناچار این بیت اور است۔

بوسہ لینے سے خفا ہوتے ہو کیوں مشفق من بوسہ وہ شے ہے کہ دونو کو مزہ دیتا ہے
 ملا تخلص از ساکنان لکھنؤ ناچار این شعر از دوست۔

موت آئی نہ سر شام جدائی مجھ کو سخت جانی نے عجب رات دکھائی مجھ کو
 ملنگ شاہ تخلص از حالش واقفیت نیست ۳ اشعار از دوست۔

میرا درد غم تجھ پہ اظہار ہوگا ادھر منزل عشق بسیار ہوگا
 ادھر تو جگر میرا پارہ پارہ ادھر مرہم وصل طیار ہوگا
 ملنگ شاہ سائیں تو ہیں جگ میں روشن ادھر لعل و گوہر کا بازار ہوگا
 ملول تخلص شاہ شرف الدین از درویشاں است شعر ہذا اور است۔

تیری جدائی نے یہاں تک ہمیں ملول کیا کہ زندگی کے عوض مرگ کو قبول کیا
 مملو تخلص بر احوالش وقوف نیست ناچار دو اشعار از دوست۔

سرو قد گل سا چہرہ جب دکھایا آپ نے قمری و بلبل کو آپس میں لڑایا آپ نے
 مصحف رخسار پر رکھتے قدم ہے بار بار زلف کافر کو عبث سر پر چڑھایا آپ نے
 ممتاز تخلص یکے از سکناے فیض آباد از شاگردان سودا است این بیت اور است۔

ہمارے رونے سے دل کا مختار اٹھتا ہے جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے۔ ممتاز تخلص امیر الہند نواب والا جاہ ثانی رئیس مستقل کرنائک خلف الصدق اکبر نواب والا جاہ اول و عمومی حقیقی این جامع الاوراق درجودت طبع و درذہن و ذکا عربے نظیر و مال بینی و حاضر جوانی بمثال سی و ہفت ۷۳ اشعار اور است۔

ردیف ”ا“ سی ۳۰ ابیات

پر کم مر اکوئی کام رہا ہے نہ رہیگا دینا میں بجز نام رہا ہے نہ رہیگا
دارا و سکندر کی وہ دولت نہ رہی ہے یہ گردش ایام رہا ہے نہ رہیگا
صرف خوشی میں خاطر دلگیر پر لکھا جون آب و رنگ غنچہ تصویر پر لکھا
تدبیر سے وہ مٹ نہیں سکتا ہے زینہار جو کچھ قلم نے دفتر تقدیر پر لکھا
ہر چیز کی ہے گردش دوران پہ سر نوشت میرے جنون کو حلقہ عز نجیر پر لکھا
نامہ ہمیشہ نال کبوتر یہ تھا عمل سواب کے آپ نے وہ پر تیر پر لکھا
اپنے تو اعتقاد ہم اب تک ہیں بے گناہ کیا جائے وہ کونسی تقصیر پر لکھا
ممتاز بقراری دل کا بیان شوق گرچہ نہیں تھا قابل تحریر پر لکھا
ثابت نہ رکھا مسجد و مت خانے کو تو نے اے کافر بد کیش یہ اسلام ہے تیرا
باوصف قدامت کے تو یوں پوچھے ہے مجھ سے باشندہ کہاں کا ہے تو کیا نام ہے تیرا
کس لئے جاتا ہے تو اے شیخ بیت اللہ کو گھر کیا جب دل میں وہ کعبے میں کیا باقی رہا
واعظ نادان ڈراتا ہے ہمیں دوزخ سے کیوں جب ڈر لایا یار سے پھر کیا مزا باقی رہا
کچھ نفع بجز ضرر نہ پایا میں عشق کو خوب آزمایا
آتی ہے مجھے کباب کی بو ظالم نے کسو کا دل جلایا

کل امربہار باغ کے بیچ اول سے تو تھا جنون بھرا دل
اب کہتے ہیں دیکھ کر اسے خلق متماز مجھے نہیں تھا معلوم
معتقد میں تب تو ہوں گا ناخن تدبیر کا جنگ تھا خسرو سے تجھ کو عشق تیرا کیا کیا
گر کرے لاکھوں برس سجدے تو پھر کیا فائدہ باز کیوں آتا نہیں اے دل تو زلف یار سے
شعر کیا کوئی کہہ سکے ممتاز تیرے روم و ہر گز نہ سرو اپنا قامت پہ ناز کرنا
اے دل جو اپنے گھر میں وہ بادشاہ خوباں قاضی کو دیکھئے ساقی دوچار ساغر مئے
زلفوں کو چھوڑ منہ پر سنتا ہے یار باتیں ڈروں میں کس لئے رنجش سے بہار میں کیا تھا
تیرے ہی واسطے آئے عدم سے ہم یہاں تک

ردیف ”ر“ دو بیت

اے رہ نورد کشور عشاق راست کہہ باشندگان شہر جدائی کی کیا خبر
صیاداب کے موسم گل ہے بہار پر آزاد مشریوں کی رہائی کی کیا خبر

ردیف ”ن“ بیچ بیت

ایسا رویا مجھے رلایا پھر تو نے ہے اسکو منہ دکھایا
دیوانے کو ہے پری کا سایا اللہ نے پھر یہ دن دکھایا
کھل سکے عقدہ اگر رشتہ کوئی نقدیر کا مفت میں جاتا رہا جی ایک بے تقصیر کا
شیخ جی اب تو نے دیکھا حال اپنے پیر کا باوجود عقل دیوانہ ہے تو زنجیر کا
رنگ اڑ جاتا ہے نلک چہرہ تو دیکھو میر کا اوروں کے بھی قدوں پر نلک چشم باز کرنا
ہے کفر عاشقی میں افشائے راز کرنا تیرے تو ہاتھ میں ہے مئی کا جواز کرنا
ممتاز وقت شب ہے قصہ دراز کرنا خزان کو اب جو میں روؤں بہار میں کیا تھا
وگر نہ ہستی نا پایدار میں کیا تھا

گزر اہیگا شاید کہ وہ بیباک چمن میں
 یک روز ممتاز سے بولا کہ تو چل باغ
 اتنا ہی کما سن کے میری بات کو کر آہ
 جو سر پلٹنے سے اے شیخی ملے اللہ
 بلا سے گروہ نہ مانے مرا کما ممتاز
 زلف تیری ایک میرے ہاتھ ہے
 یار آیا ہے شب دہجور میں
 لایئے تشریف میرے گھر کے پتے
 کیا ہوا نین حضرت آدم سے چوک
 کب تلک ممتاز پر غصہ ہو تم
 ممنون تخلص میرا مات علی از ارباب عظیم آباد ہے
 در محافل مشاعرہ پیشہ و استفادہ از میر فرزند علی موزوں می کرد این شعر اور است۔

اے والے کہ تیرے لئے اس خاک نشین کو
 ممنون تخلص نقادہ دودمان سیادت نظام الدین نام فرزند کلاں میر قمر الدین منت
 اصلش از قصبہ سونی پت من توابع دار الخلافت شاہ جمال آباد و مولد و منشائش ہموں شہر
 نجفہ ن سہ بنیاد کس فنون از خدمت والد بزرگوار خود کردہ مدتہ بہ لکھنوسر بردہ زمان
 دراز بزمہ شعرای پایہ تخت حضور والا سرفراز ماندہ از پیشگاہ خلافت فخر الشعر القب یافتہ
 انکوں از چند گاہ بگو ہستان اجیر میگذارد طرز گفتارش خیلے دلچسپ و دلنشین و ملاحظت
 کلامش نہایت عذب و شیرین در بستن مضامین بیگانہ یگانہ زمانہ در فکر صحیح صایب نادر

دوران قوت نظم اکثر اضعاف سخن دارد این ۳۸ و ہشت اشعار از نتایج افکار اوست۔

ردیف ” الف ” یازدہ بیت

مرا ماننے مت میرے دیکھنے سے
 قربان ناز نغش میری دیکھ کر کہا
 صبح تک کیا کیا نہ مجھ کو تھیں سماجت ہائے شوق
 لے لیا بوسہ تو اس نے دین نہ کیا کیا گالیاں
 بیتابی دل تیری شہیدوں کی کہاں جاے
 روان خون ہے چپ و راست دونوں آنکھوں سے
 ممنون قضا نے ہم کو دیا کیا بغیر دل
 کیا سینہ فرہاد نہ تھا تیشہ فولاد
 لڑتے تھے ہم آنکھ مواسیر میں دل مفت
 کچھ چاندنی سی ہے درود یوار پر مگر
 اے فوج چاک اب سر تاراج کس لئے

تمہیں حق نے ایسا بنایا تو دیکھا
 گردن پہ کس کے خون ہے اس بے گناہ کا
 رات کہہ کر روم و صفحہ تیری تصویر کا
 یہاں گناہ سے بھی زیادہ ہے مزا تعزیر کا
 کچھ کم رگ بسمل سے نہیں تار کفن کا
 جگر کا فکر جدا سوچ ہے جدا دل کا
 سودہ بھی نظر کاوش و تشویش ہو گیا
 یوں نقش جو شیرین کا سر سنگ پہ کھینچا
 سمجھا تھا لڑائی کا یہ نادان تماشا
 مہمان قریب خانہ کوئی ماہ رو ہوا
 تختہ تباہ تو میرے دامان کا ہو چکا

ردیف ” ت ” یک بیت

آمد سے ترے ہم پہ جو ہوتی تھی سو ہم لے
 اب دغدغہ حشر نہ پروائے قیامت

ردیف ” ر ” دو شعر

میں نثار اس شوخ کے اپنی بلائیں آپ لیں
 یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جائیگا

آئینہ میں زلف چھوٹے اپنے منہ پر دیکھ کر
 ہم یہ سمجھے تھے چلے آئینے دل بھر دیکھ کر

ردیف ”ط“ دو بیت

خط پارہ پارہ کر کے دیا پھیر دیکھ لطف . میرے جواب خط میں ہیں پنپے ہزار خط
شاید کہ جاے طول سے وہاں خود خود پہنچ تحریر کیجئے جو بصد اختصار خط

ردیف ”ف“ یک بیت

قاتل ہے وہ نہ ہووے کہ ممنون کی لعش پر کہتا تھا ایک جوان بہت بار بار حیف

ردیف ”ق“ دو شعر

خط نہیں جا چکا کہ گھبرایا پھر رہا ہوں جواب کا مشتاق
یوں تو وہ ہے فرستہ خو لیکن ہے زرہ آدمی کسی کا شوق

ردیف ”م“ یک بیت

جلاد کے یہاں جنبش ساعد پہ نظر تھی کچھ زح کے ایذا دم بسمل نہیں معلوم

ردیف ”ن“ شش اشعار

یہ کہاں نصیب کہ آئے تو خیال اپنے میں ہو بہو ترا نقشہ کھینچ کے رو برو گلہ شکوہ دود پر کریں

شب وعدہ چشم ہے راہ پر جو ذرا بھی کھٹکے کسی کا در

تو صدائے پاتری جان کر کہوں اب تک تھے کدھر کہاں

کیا کہیے وہاں مزاج تو نازک ہے اور یہاں قصہ دراز سخت زبوں ہے زبان نہیں

ممنون مبادا آئے کہیں ہجر ناگماں ناکامیوں سے وصل ہے میں آؤ خو کریں

در ددل تجھ سے کہا جاوے لیکن ظالم ہم سے یہ قصہ جان سوز کہا جائے کہاں

ترے غم نے یہاں تک کیا بے مزہ کہ جینا بھی اپنا نہ بھا یا ہمیں

ردیف ”و“ دو شعر

ہستی ہی ہستی مل گئی بسمل کی آرزو تھی خون بہا میں خندہ قاتل کی آرزو

کیس جانا ہے تو جا چک کہ اگر جان بھی جائے نہ بلاؤں نہ بلاؤں نہ بلاؤں تجھ کو

ردیف ”ھ“ دو بیت

شب ہمکو کشت و خون رہا نوج غم کے ساتھ سو حسرتیں شہید ہوئیں اپنے دم کے ساتھ

مکتب میں بھی سبق تھا الف لام میم کا طفلی ہی سے ہوا ہوں میں خوگر الم کے ساتھ

ردیف ”ے“ ہشت اشعار

مہربانی کی تصدق لگ کے سینے سے مرے یوں لگا کہنے کہ ممنون آرزو کچھ اور ہے

رکھ دیجئے قلق میں دم تیغ پر یہ دل لیکن خیال بوسہ ابرو نہ کیجئے

بس حنا زور آزمائی ہو چکی دلبروں سے ہا تھا پائی ہو چکی

رات تھوڑی حسرتیں دل میں بہت صلح کیجئے بس لڑائی ہو چکی

جگر کے دود سے رنگین نشان آہ کئے دل شہید کے غم میں علم سیاہ کئے

میں نامہ دیغام سے گذرا کہیں یارب کچھ قاصد پچارہ کی اپنی خبر آئی

اس دست حنائی نے آنسو جو میرے پونچھے حسرت سے لہو پکا دو چارے کے آنکھوں سے

اللہ رے فرط شوق جو یکدم ہو تو نہماں بے طاقتی جھکائی ہے کس کس کے گھر مجھے

منیر تخلص وجیہ الدین فرزند شاہ نصیر طبع خوش داشتے بریجان جوانی داعی اجل رب البیک

اجابت گفتہ این ۳۔ ابیات اور است۔

منتظر تخلص نور الاسلام نظر بطریق اکبر شہدق و صفا و صلاح مایل شاگرد مصحفی این
نش اشعار اور است۔

ہر دم خیال یار جو پیش نظر رہا ہجران میں بھی وصال ہمیں پیشتر رہا
کل شب وصل جو تھی کیسی چائی تھی دھوم بولتا آج نہیں مرغ سحر آخر شب
چاہت مرے دل کی آزما دیکھ ظالم کہیں تو بھی دل لگا دیکھ
مارا ہے کوہ کن نے سراپے پہ تیشہ ہائے دل کو لگی ہو چوٹ تو کیا آدمی کرے
کیوں سیر لالہ زار کو اس بن گیا میں ہائے جو تازہ ہو گئے میرے داغ کن کئے
ہمارے جی میں تو ہے زہر کھا کے سو رہے دلے یہ ڈر ہے نہ تہمت ہو یار پر اپنے
منتظر تخلص شیخ امال الدین اکبر آبادی ناچار یک بیت اور است۔

جس گھڑی یار گلستان کی طرف جاتا ہے ہاتھ ہر گل کا گریباں کی طرف جاتا ہے
مستعم تخلص قاضی نور الحق خدمت قضائی بریلی باوی بودہ صاحب گلشن بختار نوشتہ کہ اعظم
الدولہ وصف بسیاری ازوند کور ساختہ از شعرای مسلم فارسی شمرده و سمراتب علمی منوط
دانستہ این مطلع کہ با عدم التفات بر بیختہ خاطر داشت وی گفتہ بود از تذکرہ اعظم الدولہ
نقل کردہ شد یک شعر از دوست۔

وہ نوک مثرہ جب سے میرے دل میں گڑی ہے

ایسی تو کھٹکتی ہے کہ جینے پڑی ہے

مستعم تخلص موہن لعل از تربیت یافتگان شان نصیر است دو بیت از دوست۔

کہیں آیا ہے دلا آج قد یار نظر کچھ قیامت کے سے آتے ہیں جو آثار نظر

فرہاد سے کہتی تھی تیشہ کی زبان ہر دم مغموم نہ ہو نادان سنگ آمد سخت آمد
اس باغ جہاں میں کبھی پھولے نے پھلے ہم جون نخل چنار اپنے ہی آتش میں چلے ہم
غضب چہرہ پایا ستم آن پائی تجھے پائی تصویر کیا جان پائی
منیر تخلص خواجہ آفتاب خان شاگرد سعادت یار خان رنگین این شعر از دوست۔

جی چاہتا ہے زلف کا تیرے بیان کرین شانے کے دانت توڑ کے اپنی زبان کرین
منشی تخلص میر محمد حسین غلف ابو الحسن المعروف بہ میر کلن کہ محسن خط از مشاہیر شاہ
جمال آباد بودہ اصلش از ایران و بزگانش دردہلی سکونت اختیار کردند وی آخر ہا بہ لکھنؤ
رفتہ در حضرت مرزا سلیمان شکوہ بہادر محمدمت انشا پر دازی مامور بقاضائے صحبت لب
بسخن آشنا مئی کردو ہمیں تقریب منشی تخلص قرار دادے ہم بدرستی خطوط معروض و
موصوف بود از افکار او دو بیت است۔

نہ پوچھو اس پری کے حسن کا عالم کہ آفت ہے بلا شوخی غضب رفتار قامت یک قیامت ہے

جو پوچھا اس یس لوگوں نے کے منشی کون ہے بولے

مجھے کچھ یوں ہی اس سے دور کی صاحب سلامت ہے

منشی تخلص مول چند از شاگردان نصیر کا بیتی است دردہلی قصص شاہنامہ رلبہ رخیہ نظم

کردہ است دو شعر اور است۔

چشم ہے قبر بلا زلف قیامت قامت اس لئے لوگ تمہیں آفت جاں کہتے ہیں

خواہش نہیں کہ ہاتھ مرے سیم و زر لگے یہ آرزو ہے سینے سے وہ سیمبر لگے

وہاں اشارہ امر و مطع ہلالی ہے ہے یہ آہ کا مصرع مقطع فغانی یہاں
 منصف تخلص منصف علی خان قوم افغان از تلامذہ نظام خان معجزوہ از وطن
 اصلی خویش کہ عظیم آباد باشد حرکت بہ دہلی نمود چند سال است کہ ہم در انجافات یافتہ
 بعلت تنگ معاش بہ تعلیم اطفال ہرمی بردہ در تدریس کتب مشورہ فارسی سلیقہ
 خوشی داشتہ و تحقیق نکات مفصلہ و حل غوامض مشککہ ہم ہمین صحبت اساتذہ ہادی بودہ شعر
 اور است۔

گر عشق تیرا یہ ہے تو پھر دست جنوں سے

دلمان رھیگانہ گریباں رھیگا

خیال جاے ترا کیونکہ میرے سینے سے

جدا ہوا ہے کہیں نقش بھی نگیں سے

منت تخلص میر قمر الدین سید یست پاک گوہر اصلش از مشہد مقدس ووی
 بقصبہ سونی پت از عدم بوجود آمدہ میانہ جمال آباد دہلی نشوونمایافتہ کسب فنون علمی فرمودہ
 بیعت طریقت بامولانا فخر الدین رحمۃ اللہ نمودہ در ان مدت کہ جہاں آباد بود رسم و عادت
 اہل سنت داشت حالیکہ بہ لکھنؤ آمد بروہامامیہ برآمد قضاید ممدوح صاحب دولتوں از احتی
 گفت و جایز بیافت وہ کلکتہ رفت و ناظم آنجا کہ مشورہ بہ گورنر جنرل می باشد ستودہ و ملک
 الشعر القب یافت وہ حیدر آباد شرافت و از پیشگاہ نواب نظام الملک بعلہ قصدہ دہ ہزار روپیہ
 از نقد و جنس ذخیرہ اندوخت بعد سیر و سفر در ازباز بلکھنؤ دار دوراچہ ہیئت رای راندیم
 گشت و ہجر چہل و نہ سال در کلکتہ بہ تقریبی گذارش اتفاق افتادہ بود داعی اجل را البیک
 اجابت کردہ و کان ذالک فی سنہ ثمان و ماتین بعد الف بہ زبان فارسی در مراتب نظم

قدرت و قوت خیالاتش یک نیم صد ہزار بیت نوشتہ اند دو ۳ بیت از مثنوی او چمنستان
 نام کہ شری تصنیفاتش گفتہ است آوردہ می شود ۔

ابیات

درین عمر دہ مثنوی گفتہ ام

بائیں طرز نوی گفتہ ام

چو اشعار من در عددی رسد

شمار قضاید بعد می رسد

بود شعر من در غزل سی ۳۰ ہزار

ز پانصد رباعی گر قسم شمار

در نثر کتابے موسوم بشکرستان کہ نیز عم خود بشیوہ سعدی نوشتہ از یادگار خود
 گذاشتہ گاہے بفکر ریختہ ہم می پرداخت مرزا علی لطف گفتہ کہ منت فن شعر و شاعری از
 فیض صحبت میر شمس الدین فقیر تخلص و میر نور الدین نوید تخلص حاصل کردہ در سن
 یہزار و دو صد و شش ۱۲۰۶ھ ہجری مقدسہ از شکایت تپ محرقہ در عرصہ دو ۳
 روز در کلکتہ انتقال نمود این سیزدہ ابیات اور است ۔

خشک نالے ہو گئے بہنے سے دریا تھم رہا چشم میں اپنے یہیں یک عمر سے کچھ نم رہا
 میکدے سے ٹل گئے اہل ہوس پی پی کے جام ایک میں وہ ہوں کہ اس دیر مغال میں جم رہا
 منت یک بار عشق سے توبہ کر چار و ناچار عشق سے توبہ کر

کب تک مردود دین و دنیا رہنا
کل نکلتے ہیں زمین سے رنگ شعلہ
اس آنے کا کچھ ہے لطف پیارے
گر اس لب جان بخش کی میں بات سناؤں
خوان کرم پہ تیرے ہے سیر ایک عالم
مدعی اس سخن ساز سا لوسی ہے
تمت عشق غبٹ کرتے ہیں مجھ کو منت
منت ایسے کو دل دیا تو نے
یہیں سے ہر ہاں قافلہ اپنی تورخصت ہے

سنا تا تھا میں حال دل اس کو منت

کہاں چل بے یہاں سے یہ کیا گفتگو ہے

موزوں تخلص میر فرزند علی از مردم سامانہ از تلامذہ شمس الدین فقیر است طبعی
موزوں داشتہ از تاریخ گوئی بہرہ برداشتہ بہ لکھنور فتہ رنگ سکونت ریختہ ناچار ۳ بیت
اور است۔

شمع ہر بوم نہ ہونا ہر گز
زرگس کا پھول بھیجے نامے میں یار کو
دل جلوں کا بھی کہا کبھی
معلوم تا کرے وہ مرے انتظار کو
والہتہ محبت تھی بیان کی درستی پر
دل ٹوٹ گیا میرا تم عہد شکن نکلے

موزوں تخلص چھتر سنگھ از کاتیاں دہلی است خود را بہیرہ مادھورام کہ انشاءوی و دستمال
اطفال است می گفت ناچار یک شعر از دست۔

امرو کو ترے دیکھ کے اے مطلع حسن
مورج تخلص خدا بخش از سر ایدگان مشہور است خانہ در اکبر آباد و در فن خویش ساز و بر
گ خوشی داشتہ بیشتر بہ دہلی گذرانیدہ صاحب گلشن بختار گفتہ کہ بارہا پیش من می آمد مرد
خوش صحبتی ظریفی بودہ چند سال است کہ در لکھنوفت کردہ طبعی موزوں داشتہ گا ہے
فکر شعر می کردہ ناچار یک شعر از دست۔

لاکھوں کٹو ادیے سر آن میں بنتے بنتے
مولس تخلص حکیم سعادت علی نام از سادات گرام و ازار باب بنارس مردی بختہ و
لطیف و شگفتہ و ظریف است صاحب گلشن بے خار گوید کہ بتقریب و رود بلند شہر فقیر ربا
ایشان ملاقات دست بہم داد بلکہ از جانین ابواب ربط و موانست بر رخ ہم کشادہ طیب
مسح نفس است سابقا گاہ بگاہ بفکر اشعار پرداختے اکنون مطلقاً بدین فن متوجہ نیست یک
بیت اور است۔

زبان جوش گریہ بچکیاں لینے لگا مونس
مومن تخلص اسم شریفش حکیم محمد مومن خام لعل بے بہا کان سخن دانی کہ یکدانه گہر
دریائے معانی فروماز و اے اقلیم سخن پایہ بلند ساز این فن استاد جناب نواب مستطاب
مصطفیٰ خاں بہادر متخلص بہ شیفتہ صاحب گلشن بے خار است بکھد و ہستاد و ہشتاد اشعار
از دست۔

ردیف ”ا“ چہل و چہار اشعار

اس نفس پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل
 نہ جاوں گا کبھی جنت میں میں نہ جاوں گا
 یہ ناتواں ہوں کے ہوں اور نظر نہیں آتا
 کیا سناتے ہو کہ ہے ہجر میں جینا مشکل
 کیونکر امید وفا سے ہو تسلی دل کو
 درد ہے جاں کے عوض ہر رگ دپے میں سارے
 دن سے پری دوش کو نہ دیکھے کوئی
 دعویٰ تکلیف سے جلاد نے
 خدا کی یاد دلاتے تھے نزع میں احباب
 وصل کی شب شام سے میں سو گیا
 ساتھ نہ چلنے کا بہانہ تو دیکھ
 دل لگانے کے تو اٹھائے مزے
 تو فلک مرگ ہم سے سب غافل
 کیا تم نے قتل جہاں یک نظر میں
 وہ کرتے ہیں بیباک عاشق کشیوں
 الجھائے پاؤں یار کا زلف دراز میں
 یہ عذرا متخان جذب دل کیا نکل آیا
 روز جزا جو قاتل جو خطاب تھا
 ہوں کیوں نہ محو حیرت نیر بجھائے شوق

میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا
 اگر نہ ہو دیگا نقشہ تمہارے گھر کا سا
 مرا بھی حال ہوا تیرے ہی کمر کا سا
 تم سے بے رحم پہ مرنے سے تو آسان ہوگا
 فکر ہے یہ کہ وہ وعدے سے پشیمان ہوگا
 چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درمان ہوگا
 مجھ کو میری شرم نے رسوا کیا
 روز جزا قتل پھر اپنا کیا
 ہزار شکر کہ اس دم وہ بدگماں نہ ہوا
 جاگنا ہجران کا بلا ہو گیا
 آ کے میری لغزش پہ وہ رو گیا
 جی بلا سے رہا رہا نہ رہا
 اب کسی کا بھی آسرا نہ رہا
 کسی نے نہ دیکھا تماشا کسی کا
 نہیں کوئی دنیا میں گویا کسی کا
 لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا
 میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا
 میرا سوال ہی میرے خون کا جواب تھا
 جو دل میں شعلہ تھا وہی آنکھوں میں آب تھا

کیا جی لگا ہے تذکرہ یار میں عبث
 بخود تھے غش تھے محو تھے دنیا کا غم نہ تھا
 موت کے صدقے کے وہ بے پردہ آئے لاپتہ
 دشنام یار طبع حزین پر گران نہیں
 بہ کام کا مال بُرا ہے جزا کے دن
 واعظ بنوں کو خلد میں لیجا کیئے کہیں
 بجلی گری فغاں سے میرے آسمان پر
 دھو دیا لشک ندامت نے گناہوں کو مرے
 اس حال کو پہنچے ترے قصے سے کہ اب ہم
 راز نہاں زبان اغیار تک نہ پہنچا
 یہ کس سے ہو کہ ان لطفوں پہ گستاخی نہ ہو
 سرمہِ تسخیر سے ہم خود مسخر کیوں نہ ہوں
 نولک ہیں کیا کرے یہ نالہ آتش فشان
 ہجرتاں میں تجھ کو ہے مومن تلاش زہر
 شوخ کہتا ہے بے حیا جانا
 کیا پوچھتا ہے تلخی الفت میں پند کو
 وہ ہنسے سن کے نالہ بلبلی کا
 کیا شاد شہاد ہوں کہ وہ ہے تلخ کام تر
 مٹی ندی مزار تلک آ کے اس پہ بھی

ناصح سے مجھ کو آج تلک اجتناب تھا
 جینا وصال میں بھی تو مرنے سے کم نہ تھا
 جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلادیا
 اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا
 حال سپہر تفرقہ انداز دیکھنا
 ہے وعدہ کافروں سے عذاب الیم کا
 جو حادثہ کبھی نہ ہوا تھا سواب ہوا
 تر ہو ادا من تو بارے پاک دامن ہو گیا
 راضی ہیں گرا عدا بھی کریں فیصلہ اپنا
 کیا ایک بھی ہما را خط یار تک نہ پہنچا
 غیر ہم سالب ہو اہر چند ہم سا ہو گیا
 آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا
 ایک دشمن سر سے کھویا اور پیدا ہو گیا
 غم پر حرام خوار تو کل نہ ہو سکا
 دیکھو دشمن نے تم کو کیسا جانا
 ایسے تولد تیں ہیں کہ توجان کھا گیا
 مجھے رونا ہے خندہ گل کا
 میرے جو شور شوں نے عدد کو مزادیا
 کہتے ہیں لوگ خاک میں اس نے ملا دیا

قلم میں نہیں ہے دل کم حوصلہ اپنا
 ہل جاتے ہی اغیار نکل آتے ہیں باہر
 تھے دشت میں ہمراہ میرے ابلہ چند
 انصاف کے خواہاں ہیں نہیں طالب زہم
 اس جو رہ جب کرتے ہیں تجھ سے گلہ اپنا
 زنجیر دریا رہے یا سلسلہ اپنا
 سو آپ ہی پا مال کیا قافلہ اپنا
 تحسین سخن فہم ہے مومن صلہ اپنا
ردیف ”ب“ چہل و چہار اشعار

دی تسلی تو وہ ایسی کہ تسلی نہ ہوئی
 سجدے پہ سر قلم ہو دعا پر زبان کٹے
 رکھ لئے سراپے زانوئے نازک پہ شوق سے
 چشم غضب سے مشورہ قتل کھل گیا
 خواب میں تو میرے آئے وہ مگر آخر شب
 گو یا نہ وہ زمین ہے نہ وہ آسمان ہے اب
 تیرا مریض عشق بہت ناتواں ہے اب
 جو بات دل میں تھی سو نظر سے عیان ہے اب

ردیف ”ث“ دو بیت

اس ضعف میں تو سینے سے آتا ہے لب تلک
 اے روز حشر کچھ شب ہجرال بھی کم نہیں
 کہتے ہیں اپنے نالے کو ہم نارسا عبث
 بدنام جہاں میں تیری بلا عبث

ردیف ”ج“ ایک بیت

مومن آکیش محبت میں کہ ہے سب جائز
 حسرت حرمت صہبا و مزامیر نہ کھینچ

ردیف ”ح“ دو بیت

خونج رشک غیر کے بھی ہم کو ہو گئے
 مرچک کہیں کہ تو غم ہجرال سے چھوٹ جائے
 اب اور کچھ نکالنے آزار کی طرح
 کہتے تو ہیں بھلے کے ولیکن بری طرح

ردیف ”ز“ شش بیت

تو بہ کہاں کدورت باطن کی ہوش تھی
 شوق وصال دیکھ کے آیا عدو کے گھر
 پھر گئے آنکھوں کے آگے اسکے چشم شرمگین
 دشمنی دیکھو کہ تالفت نہ آجائے کہیں
 کر دیا خاک آپ کو اس ہمت کے در پر ہاے ہاے
 کچھ کچھ درست ضد سے ترے ہو چلے ہیں وہ
 غش ہو گیا میں رنگ مئے ناب دیکھ کر
 سو چھا نہ کچھ مجھے شب ماہتاب دیکھ کر
 پھر گئیں آنکلیں مری ز گس کا جھکاؤ دیکھ کر
 لے لیا منھ پر ڈو پیٹہ حال میرا دیکھ کر
 جل گیا جی لاش کو مومن کے جلتا دیکھ کر
 ایک چند اور کج روی اے آسمان نہ چھوڑ

ردیف ”ز“ ۳ بیت

اے جذب دل وہ شوخ ستم گر تو یکطرف
 ہاے پس مرگ بھی دفن کرے مجھ کو غیر
 روز جزا کیوں کیا خوں کا مرے اتہام
 پیغام لے گئے بھی کوئی آیا نہیں ہنوز
 خاک میں لٹائے چرخ بر سر کیس ہے ہنوز
 مہر عدد بد گماں تجھ کو یقین ہے ہنوز

ردیف ”ط“ ایک بیت

کنا پڑا درست کہ اتنا ہے لحاظ
 ہر چند وصل غیر کا نکار ہے غلط

ردیف ”غ“ دو بیت

اس مہروش کے جلوے کے قربان کیوں نہ ہوں
 جلتا ہوں اہل ناز کے تبدیل جلد سے
 پر دانے کو بھی رات نہ آیا نظر چراغ
 مومن غضب ہے آتش لذت فزائے داغ

ردیف ”ف“ ایک بیت

دل بعد قتل بھی نہیں پھر تاکہ گور میں
 موٹھ پھر گیا ہے کوئے سمکار کی طرف

ردیف ”ق“ یک بیت

اثر غم زہر بتا دینا وہ بہت پوچھتے ہیں کیا ہے عشق
مجھ پہ عاشق نہیں ہے کچھ ظالم صبر آخر کرے وفا کب تک
ہے شب وصل غیر بھی کاٹے تو مجھے آزما بیگا کب تک

ردیف ”م“ ہفت لے بیت

ناتواں تھے پر نہ پھوڑا مثل خار خود اُلجھ کر وہ گئے دامن میں ہم
جوش وحشت نے اٹھایا لاش کو اپنے پاؤں سے گئے مدفن میں ہم
وصل بتاں کے دن تو نہیں یہ کہ ہو وبال مومن نماز قصر کریں کیوں سفر میں ہم
مجھ سے نہ بولو تم اسے کیا کہتے ہیں بھلا انصاف کیجئے پوچھتے ہیں آپ سے ہی ہم
کھا کھا کے زخم سوے نمک زار پر دریغ کھو بیٹھ اپنی جان تن آسانیوں میں ہم
خنجر نہ توڑ سخت جانی پھر کس کو گلے لگا بیٹھے ہم
گر ہے دل غیر نقش تسخیر تو تیرے لئے جلا بیٹھے ہم

ردیف ”ن“ سی و شش بیت

آب دہوائے ملک محبت راس نہیں ہے ہم کو تو
ہوتے ہیں لاغر اور زیادہ جتنا ہم غم کھاتے ہیں

اے تپ ہجر دیکھ مومن ہیں ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں
ہے دعا بھی بے اثر گویا کہیں عرض عاشق کی پذیرائی نہیں

نہ میں اپنا نہ دل اپنا تم میرے نہ جان اپنا

اثر کس کس کو ہووے بھی گر فریاد تیکس میں ہیں

مارڈالے کاش کوئی کا فردل جو ہمیں گر یہی شوق شہادت ہے تو مومن جی چلے
آنکھیں ہیں کس کے فرش تیری جلوہ گاہ میں ہے جلوہ ریز نور نظر گرد راہ میں
پھینکا ہے جذب شوق نے یوسف کو چاہ میں مت کچھ دیر آنے میں کیا جانے کیا بنے
وہ کیوں شریک ہو میری بیجا جاہ میں جانے دے چارہ گر شب ہجران میں مت بلا
اتنا کچھ آگیا خلل اپنی پناہ میں ظالم وہ ہے وفا ہے عدو جسکے رشک سے
مجھ کو بھی کچھ مزانہ ملانہ ملا تیری چاہ میں شیریں پہ طعن تلخی فرہاد کس لئے
جادو بھر اہو ہے تمہاری نگاہ میں ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا
ہم نہیں چاہتے کی اپنی شب دراز میں تانے پڑے خلل کہیں آپ کے خواب ناز میں
سن کے مر امبالغہ منت احتراز میں اُنھ سے اب التفات کے غیر کو ہیں شکایتیں
اتار ہا ہوں دور کہ ہجران کا غم نہیں منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہیں
مجھ کو خیال بھی تیرے سر کی قسم نہیں بے جرم پایمال عدو کو کیا کیا
آخر کچھ اپنی جان کے دشمن تو ہم نہیں عاشق کشی ہے شیوہ اگر ہو الہوس سبھی
سچ ہے کہ مجھ میں طاقت جو رستم نہیں ناصح کہاں تلک تری باتیں اٹھاسکوں
آخر کچھ اپنے جان کے دشمن تو ہم نہیں عاشق کشی ہے شیوہ اگر ہو الہوس سبھی
جانینگے کعبہ بھی طفل ہر ہمن کے فکر میں گر یقینی بات وہاں ہوتی ہے اے مومن قبول

بسکہ بن آئی مر گئے ہم شب انتظار ہے ابتداے شوق

زندگی اپنی ہو گئی رنجش بار بار میں

اس بت کو ترک دین سے نہ مومن ہے اعتماد کیونکر تمہیں شکایت اغوائے دل کروں

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا
 میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات
 وہ ہے بغل میں تو بھی تو یہاں نیند اڑ گئی
 غیر سے سرگوشیاں کر لیجئے پھر ہم بھی کچھ
 ان نالہماے شب کا اثر صبح دیکھو
 نہ چاہوں روز جزا داد یہ ستم دیکھو
 ہیں غیر مرے نکلنے سے خوش
 ربط اس سے ہے مثل شعلہ و شمع
 اس کو میں نہ چھوڑ جاے مجھ کو
 اس نام کے صدقے جس کی دولت
 کیا کیجئے کہ طاقت نظارہ ہی نہیں
 جرنہ سپہر نہیں میرے دشمن تو اور بھی
 پانی کے بدلے مرے گی آج آگ امر سے
 شبنم خراب مہر و کتان سینہ چاک ماہ
 کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا

ردیف ”و“ یازدہ بیت

مخت تیرے عاشقوں کے نار ساکنے کو ہیں
 ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں
 یہ سوچ ہے کیانہ ہو اعدا کے خواب میں
 آرزو ہائے دل رشک آشنا کہنے کو ہیں
 آیا خلل گر اس ستم آرا کے خواب میں
 کب آزمائے ہیں جب وقت امتحان نہیں
 گویا کہ میں ان کا مدعا ہوں
 مر جاؤں گر ایک دم جدا ہوں
 ہر چند عدو کا نقش پا ہوں
 مومن رہوں اور بتوں کو چاہوں
 جتنے وہ بے حجاب ہیں ہم شرمسار ہیں
 لیکن بڑے غضب یہی دو تین چار ہیں
 اٹھی ہماری خاک سے بھی کچھ بخار ہیں
 لو اور بھی ستم زدہ روزگار ہیں
 تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

شعلہ سا چمک جاے ہے آواز تو دیکھو
 بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو
 تمہارے خاطر نامہربان کو

سینے کی جگہ آنے لگا خون
 سمجھتا کیونکہ دیوانے کی باتیں
 دن رات فکر جو میں یوں رنج اٹھانا کب تلک
 مومن تم اور عشق تباہ اے پیرو مرشد خیر ہے
 گو آپ نے جواب برا ہی دیا دلے
 یہاں وصل ہے تلافی ہجران میں اے فلک
 جب تو چلے جنازہ عاشق کے ساتھ ساتھ
 کچھ شور محبت کی تولدت ہی نہ پوچھو

اٹے وہ شکوے کرتے ہیں اور کس ادا کے ساتھ

بے طاقتی کے طعنے میں عذر جفا کے ساتھ

اٹھ جاتے کاش ہم بھی جہاں سے حیا کے ساتھ
 کس جاے مجھ کو چھوڑ گئی موت لاکے ساتھ
 ہے اپنی زندگانی اسی بیوفا کے ساتھ
 مومن میرے سینے پہ رہے بعد فنا ہاتھ
 پھٹ جائے سینہ میرے گریباں کے جوڑ دیکھ
 باور نہیں تجھے تو ذرہ موٹھ کو موڑ دیکھ
 مومن یقین نہیں ہے تو پتھر کو پھوڑ دیکھ

ردیف ”ے“ پنجاہ و ہشت بیت

بے دید تری آنکھ سے دل پہلے پھر ہے
 منظور نظر غیر سے ہے اب ہمیں کیا ہے

بس بس نہ کرو بات کہ یاد آئی ہے مجھ کو
 تو یہ گنہ عشق سے فرماتے ہے واعظ
 پرہیز سے اس کے گئی بھاری دل آہ
 میں ترک وفا سے بھی وفادار ہوں مشہور
 مومن نہ سہی بوسہ پا سجدہ کریں گے
 گرزہ اور بھی اے جوش جنون فوار و ذلیل
 فصد کی حاجت مجھے کیا چارہ گر
 وعدہ کر کے وہ نہ آئے نامہ بر
 جاجا نہریں ہیں جاری میں نے اشک
 لاغری سے زندگی مشکل ہوئی
 کر علاج جوش وحشت چارہ گر
 اب تو مر جانا بھی مشکل ہے تیرے بیمار کو
 شکوہ دشمنی کریں کس سے
 تم اٹھ گئے محفل سے ذکر آتے ہی مجنون کا
 بے پردہ پس چلوں یکبار تم آٹھٹھے
 کیا ہو گئی خود بینی اب غیر سے چشمک ہے
 کتا ہے مرے آگے وہ مجھ پہ عدو غش ہے
 پیغامبر رقیب سے ہوتے ہیں مشورے
 چھٹ کر کہاں اسیر محبت کی زندگی

ناصح سے جو کچھ بے خودیوں میں بھی سنا ہے
 یہ بھی کھیں دل دے کے گنہ گار ہو اے
 بیگانگیوں میں بھی عجب ربط رہا ہے
 کیں تجھ سے جو اے دشمن ارباب وفا ہے
 وہ بت ہے جو اوروں کا تو اپنا بھی خدا ہے
 مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی عار آجائے
 بہ گیا خون دیدہ خونبار سے
 تو نہ پوچھا ہو بیگانگی تکرار سے
 پہنچی ہوگی دامن کہسار سے
 ہے گراں تر جان جسم زار سے
 لازمے یک جنگل مجھے بازار سے
 ضعف کے باعث کہاں دنیا سے اٹھا جائے ہے
 وہاں شکایت ہے دوست داری کی
 سایہ سے میری وحشت اے رشک پری اتنی
 بے تاب نظر کس کو کیوں جلوہ گری اتنی
 یا خوش نگہی ہی وہ کچھ بید نظری اتنی
 ہے میری الفت سے ہے بے خبری اتنی
 سنتا نہیں کسی کی یہ کہنے کی بات ہے
 ناصح یہ بندہ غم نہیں قید حیات ہے

کیونکر خدا کو دوس کہ بتوں کو ہے احتیاج
 لذت مرگ سے ہجرال میں دعا ہے کہ خدا
 سنا اس نے مرانالہ اثر بھی کچھ ہوا شاید
 خیال خواب راحت ہے علاج اس بدگمانی کا
 میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ
 بات ناصح کرتے ڈرتا ہوں
 اے قیامت نہ آئیو جب تک
 رشک دشمنی کا فائدہ معلوم
 ہنسونہ تم تو مرے حال پر میں ہوں وہ ذلیل
 دیکھا عذاب رنج دل زار کے لئے
 لے تو ہی بھیج دے کوئی پیغام تلخ اب
 جھانے یار کو سو نپا معاملہ اپنا
 تسلی دم واپس ہو چکی
 وہ ہمدوش ہو گا بھی تو غیر سے
 خیال اجل سے تسلی کروں
 جان بلب ہوں خبر وصل سداے قاصد
 وہ بد خواہ مجھ سا تو میرا نہیں
 کیونکر نہ کہیں منت اعدانہ کریں گے
 ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی میرے قتل کی باتیں

مومن یہ نقد دل زر جان کی زکوٰۃ ہے
 یہ مزا ہو نہ نصیبوں میں کسی بخش کی
 سملہ کہ دشمن کہ گیا بے فائدہ کیوں غل بچاتا ہے
 وہ کافر گور میں مومن مرا شانہ ہلاتا ہے
 تجھ کو اپنی نظر نہ ہو جائے
 کہ فغان بے اثر نہ ہو جائے
 وہ میرے گور پر نہ ہو جائے
 مفت جی کا ضرر نہ ہو جائے
 کہ جس کی لذت و خواری سے تم کو شان لگے
 عاشق ہوئے ہیں وہ میرے آزار کے لئے
 تجو یز زہر ہے ترے بیمار کے لئے
 اب آگے ہو نہ ہو امید انفصال تو ہے
 ہمیں ہو چکے جب نہیں ہو چکی
 میری قسمت اے شانہ بین ہو چکی
 وہ طاقت بھی جانِ حزن ہو چکی
 لب ہلانے میں ترے کام مرا ہوتا ہے
 عبث دوستی تم کو دشمن ہے
 کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کریں گے
 اس طرح سے کرتے ہیں کہ گویا نہ کریں گے

کر ذکر و فاسے بھی غصہ ہے تو اب سے
 توبہ ہے کہ ہم عشق ہوں کانہ کریں گے
 مر گئے پر ہے بے خبر صیاد
 جاں گئی پر نہ گئی جور کشی
 جان سے جاتے ہیں کیا کیا حسرتیں
 ناتوانی سے نزاکت ہے زیاد
 شب ہجر میں کیا ہجوم بلا ہے
 نہیں یا صنم مومن اب کفر سے کچھ
 وہ مٹادی نامہ مضمون وصل
 یوں بنا کر حال دل کہنا نہ تھا
 دوستو! لے آؤ قاتل کو کسی تدبیر سے
 کام جزا الفت نہیں اے کاتب اعمال یہاں
 اے فسوں گر چشم جادو پر نہیں چلتا عمل
 ہو گئی ساری زمین صرف حروف نور قم
 ان کو جلدی جانے کی مجھ کو عذاب جان کنی
 میرے لکھے کو مٹایا آپ نے اچھا ہوا
 اے جنوں اپنی اسیری بعد مردن بھی رہے
 نالہائے یو الوس نے کھو دیا آزار شوق
 بزم دشمن سے نہ اٹھے وہ کسی تدبیر سے

گو قتل کا عدہ ہو تقاضا نہ کریں گے
 وہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کریں گے
 اب توفع نہیں رہا ئی کی
 بعد مردن بھی دباتے ہیں مجھے
 کاش وہ دل میں بھی آنا چھوڑ دے
 مجھ سے تو دامن چھڑانا چھوڑ دے
 زبان تھک گئی مر جا کتے کتے
 کہ خو ہو گئی ہے صدا کتے کتے
 گر ہو خط کاتب تقریر سے
 بات بجزوی میرے ہی تقدیر سے
 سر کٹائیں گے کہ اب تو جنگ ہے تقدیر سے
 فائدہ حرف مکرر کی بھلا تحریر سے
 دیکھنا بھی چھٹ نہ جاوے سرمہ تسخیر سے
 یک جمال دیران ہے میرے نامے کی تحریر سے
 دونوں کا دم ناک میں ہے موت کی تاخیر سے
 تھا شگون ہی مدعا یہاں نامے کی تحریر سے
 حلقہ ماتم میں آئے حلقہ زنجیر سے
 لو ہم اچھے ہو گئے در مان بے تاثیر سے
 مل گئے خاک میں محشر تری تاخیر سے

مہر تخلص رجب بیگ یک شعر از فکر ت اوست۔

میں جاں بلب ہوں رونے دے اے نکتہ پھین مجھے آیا ہے یاد خال لب نازنین مجھے
 مہر تخلص منشی مہر چند وطن اقامت فرخ آباد است بیشتر در لکھنؤ و اکبر آباد ہر مردہ عمرش
 صرف پیشکاری تحصیل مواضع مختلفہ نمود ۳۰ بیت اور است۔

اے کمان ابرو جہاں جاتا ہوں تیرا خدنگ پہنچتا ہے ایک دم میں پاس میرے پر لگا
 یہ تو اپنے خواب میں بھی نہ آئی آرزو ہم خیال وصل جانان بیشتر باندا ہنکے
 شریگیں چشم کے ہیمار کی لے جلد خبر بولتا ہی نہیں کہتے ہیں بڑی دیر ہوئی
 مہلت تخلص مرزا علی از لکھنؤ است عرض سخن با قلندر بخش جرات کردہ نوشتہ اند کہ و
 یربا علی نقی محشر منازعت اتفاق افتاد ہر دو دشمن ہم راضی شدند از دست محشر زخم کاری
 باور سید باصرار پر سندگان نامش زبان نیار و این قصدر ان محشر داشت و بہماں صدمہ
 روحش کالبد خاکی را گذاشت یک بیت از دست۔

مرنے کے بعد بھی نہ گئی دل کی یہ پیش آرام زیر خاک بھی اب خاک کیجئے
 سید سخنور ان ہندوستان رستم شاعران دوران فقیر المشراب اعلیٰ حسب والا نسب افسح
 الفصحا و الشعر الشعراء صاحب کلام دلپذیر میر محمد تقی التخلص بہ میر شرافت بیاد نیک
 نمد از اہل اکبر آباد کہ خواہر زادہ حقیقی سراج الدین علی خان آرزو است در فن ریختہ گوئی
 در عصر خود نظیر لذاشت و بکلام شیرین در فصاحت و بلاغت سر بشہرت می افراشت
 بدایت حال بشاہ جیال آباد ہر خورد و بعزت و اعتبار تمام زندگانی می کرد و پس ازان سر بلکھو
 کشید و از سر کار وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر مرحوم معزز ماندہ ہر چند میرادر
 زبان ریختہ تو غل بسیار بود چنانچہ شش دیوان ریختہ و مثنویات باقسام ترتیب دادہ معہند اور

فارسی ہم دستگاہی بایستہ داشتہ و کلیات خویش قریب بست و دو ہزار و چار صد و چہل و نہ بیت یادگار خود گذاشتہ آخر کار در اوایل مایہ ثلث عشر بوداع دارفانی پر داختہ جنت البقا مقیم گشتہ میرا گرچہ فقیر مثر بچہ بودہ اما تہذیب جبلی و خاندان خویش را گاہے بگاہے چنانچہ در شکار ہمراہ غفران مآب نواب آصف الدولہ بہادر بودہ صیدناجات ملحق بہ غزلیات بانواع سخن ترتیب دادہ کہ ہمقصد و پنجاہ و شش بیت است نواب فی بیت را محاسب یک اثر فی عنایت فرمودہ میرآزرا واپس کردہ دل تنگ شدہ را ہی وطن خویش گشت و این اشعار در آخر شکار نامہ کہ واقع است بر آزار دیکش دلیل۔

اشعار

زمانے میں ہے رسم کہنے کی کچھ امید اس سے ہے نام رہنے کی کچھ
 پے آصف الدولہ میں بھی میرا کسے صیدی نامے بہت بے نظیر
 بہت کچھ کہا ہے کرو میرا بس کہ اللہ بس اور باقی ہوس
 جواہر تو کیا کیا دکھایا گیا خریدار لیکن نہ پایا گیا
 متاع ہنر پھیر لیکر چلو بہت لکھنؤ میں رہے گھر چلو
 نواب بجز دستماع خبر رواگی از قدر دانی در عقشب روان شدہ بمنزل سیوم یافتہ
 ہمراہ خود آوردہ محاسب فی بیت صد روپیہ دادہ از انجا کہ میرا در فقیر و فاقہ بدرجہ
 کمال مستغنی بود ہموں وقت آزر بہ غربا تقسیم فرمود و عزت و اعتبار می زیست

این دو ہزار ہشت صد و شصت و پنج اشعار از نتائج افکار اوست۔
 ردیف الالف منتخب از دیوان اول میرا ۳۰ صد و شش اشعار۔

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا
 خورشید میں بھی اس ہی کا ذرہ ظہور تھا
 کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آگیا
 ایک سر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
 کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
 میں بھی کبھو کسو کا سر پر غرور تھا
 تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میں میرا
 سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے تصور تھا
 کیا میں بھی پریشانی خاطر سے قرین تھا
 آنکھیں تو کہیں تھیں دل غم دیدہ کہیں تھا
 جانا نہیں کچھ جز غزل آکر لے جہاں میں
 کل میرے تصرف میں بھی قطعہ زمیں تھا
 نام آج کوئی یہاں نہیں لیتا ہے انہوں کا
 جن لوگوں کے کل ملک یہ سب زیر نگین تھا
 مسجد میں امام آج ہوا آکے وہاں سے

جگر ہی میں ایک قطرہ خون ہے سر شکر
 پلک تک گیا تو تلاطم کیا
 کسو وقت پاتے نہیں گھر اسنے
 بہت میرے نے آپ کو گم کیا
 عمدہ جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند
 یعنی رات بہت تھی جاگے صبح ہوئی آرام کیا
 یہاں کے سفید وسیہ میں ہمکو دخل جو ہے سواتا ہے
 رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا
 میرے کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہوان نے تو
 تشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

ولہ

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوانے کام کیا
 دیکھا اس پچارے دل نے آخر کام تمام کیا
 عمدہ جوانی رو رو کاٹی پیری میں لیں آنکھیں موند
 یعنی رات بہت تھی جاگی صبح ہوئی آرام کیا

کل تک تو یہی میرے خرابات تھیں تھا
 اس عمدہ میں الہی محبت کو کیا ہوا
 چھوڑا وفا کو ان نے مروت کو کیا ہوا
 امید وار وعدہ دیدار مر چلے
 آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا
 بخشش نے مجھ کو ابر کرم کے کیا نخل
 اے چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا
 کب تک تظلم آہ بھلا مرگ کے تمنین
 کچھ پیش آیا واقعہ رحمت کو کیا ہوا
 تھی صعب عاشقی کی ہدایت یہی میرے پر
 کیا جائے کہ حال نہایت کو کیا ہوا
 شب ہجر میں کم تظلم کیا
 کہ ہمایاں پر ترحم کیا
 کہا میں نے کتنا ہی کل کا ثبات
 کلی نے یہ سن کر تبسم کیا
 زمانے نے مجھ جرم کش کو
 کیا خاک و خشت سر خم کیا

حرف نہیں جان بخش میں اسکے خوبی اپنی قسمت
 ہم سے جو پہلے کہہ بھیجا سو مرنے کا پیغام کیا
 ناحق ہم مجبوروں پر یہ بہمت ہے مختاری کی
 چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بد نام کیا
 سارے انداواش جہاں کے تجھ سے سجود میں رہتے ہیں
 بانگے ٹیڑھے ترچھے تیکھے سب کا تجھ کو امام کیا
 سرزد ہم سے بے ادلی تو وحشت میں بھی کم ہی ہوئی
 کوسوں آسکے اور گئے پر سجدہ ہر گام کیا
 کس کا کعبہ کیسا قبلہ کون حرم کیا احرام
 کوچے کے اس کے باشندوں نے سب کو
 شیخ جو ہے مسجد میں نگارات کو تھا میخانے میں
 جبہ ، خرقہ ، کرتا ، ٹوپی مستی میں انعام کیا
 کاش اب برفق منہ سے اٹھادے ورنہ کیا حاصل
 آنکھ مندے پر آنے گو دیدار کو اپنے عام کیا
 یہاں کے سپیدہ سیہ میں ہمکو دخل جو ہے سواتا ہے
 رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا
 پچ چن میں اسکو کہیں تکلیف ہوالے آئی تھی

رخ سے گل کو مول لیا قامت سے سر و غلام کیا
 ساعد سیمین دو نو اسکے ہاتھ میں لا کر چھوڑ گئے
 بھولے اس کے قول و قسم پر ہاے خیال خام کیا
 کام ہوئے ہیں سارے ضالع ہر ساعت کے ساعت میں
 استغنا کی چوکنی
 ایسے آہوے رم خوردہ کی وحشت
 سحر کیا اعجاز کیا جن لوگوں نے تجھکو رام کیا
 میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو
 تشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام
 منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنا یا
 پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہیگا
 چھوٹوں کہیں ایذا سے لگا ایک ہی جلا
 تا حشر میرے سر پہ یہ احسان رہیگا
 جانے کا نہیں شور سخن کا میرے ہر گز
 تا حشر جہاں میں میرا دیوان رہیگا
 دل دینے کی ایسی حرکت انے نہیں کی
 جب تک جیگا میرا پشیمان رہیگا

ہے خبر میر صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا
 پیدا ہے کہ پنہاں تھی آتش نفس میری
 میں ضبط نہ کرتا تو سب شر یہ جل جاتا
 میں گریہ خونین کو روکے ہی رہا ورنہ
 یکدم میں زمانے کا یہاں رنگ بدل جاتا
 استادہ جہاں میں تھا میدان محبت میں
 وہاں رستم اگر آتا تو دیکھ کے ٹل جاتا
 نالہ ہم خاکساروں کا آخر
 خاطر عرش کا غبار ہوا
 مرچلے بیقرار ہو کر ہم
 اب تو تیرے تئیں قرار ہوا
 مانند شمع مجلس شب اشکبار پایا
 القصہ میر کو ہم بے اختیار پایا
 کیا اعتبار یہاں کا پھر اسکو خوار دیکھا
 جس نے جہاں میں آکر کچھ اعتبار پایا
 آہوں کے شعلے جس جا اٹھتے تھے میر سے شب
 وہاں جا کے صبح دیکھا مشمت غبار پایا

نے خون ہو آنکھوں سے بہا تک نہ ہوا داغ
 اپنا تو یہ دل میر کو کام نہ آیا
 جس سر کو غرور آج ہے یہاں تا جوری کا
 کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
 آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
 اسباب لٹا راہ میں یہاں ہر سفری کا
 ہر زخم جگر د اور محشر سے ہمارا
 انصاف طلب ہے تیری بیداد گری کا
 تک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
 کیا یاد بھروسا ہے چراغ سحری کا
 قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار
 تیرا تو میر غم میں عجب حال ہو گیا
 بیتاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا
 جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا
 آباد جسمیں تجھ کو دیکھا تھا ایک مدت
 اس دل کے مملکت کو اب ہم خراب دیکھا
 لیتے ہی نام اسکا سوتے سے چونک اٹھے ہو

مارا زمین میں گاڑا تب اسکو صبر آیا
 اس دل نے ہم کو آخر یوں خاک میں ملایا
 پوجے سے اور پھتر ہوتے ہیں یہ صنم تو
 اب کس طرح اطاعت ان کی کروں خدا یا
 تا چرخ نالہ پہنچا لیکن اثر نہ دیکھا
 کرنے سے اب دعا کے میں ہاتھ ہی اٹھایا
 آخر کو مر گئے ہیں اسکی ہی جستجو میں
 جی کے تئیں بھی کھو یا لیکن اسے نہ پایا
 شکوہ کروں میں کب تک اس اپنے مہربان کا
 القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہے جان کا
 ہر صبح میرے سر پر ایک حادثہ بنا ہے
 پیوند ہو زمین کا شیوہ اس آسمان کا
 کم فرصتی جہاں کے مجمع کی کچھ نہ پوچھو
 احوال کیا کہوں میں اس مجلس روان کا
 ناحق یہ ظلم کرنا انصاف کہہ پیارے
 ہے کونسی جگہ کا کس شہر کا کہاں کا
 پوچھو تو میرے سے کیا کوئی نظر پڑا ہے

چہرہ اتر رہا ہے کچھ آج اس جوان کا
 میرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں
 تمام عمر میں ناکا میوں سے کام لیا
 سب کھلا باغ جہاں الّا یہ حیران و خفا
 جس کو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصویر کا
 گور مجنوں سے نہ جاوینگے کہیں ہم بیوا
 عیب ہے ہم میں جو چھوڑیں ڈھیر اپنے پیر کا
 کس طرح سے مانئے یا رو کہ یہ عاشق نہیں
 رنگ اڑ جاتا ہے ٹک چہرہ تو دیکھو میرے کا
 موجیں کرے ہے بحر جہاں میں ابھی تو تو
 جا نیگا بعد مرگ کہ عالم حباب تھا
 دل جو نہ تھا تو رات زخود رنگی میں میرے
 گہ انتظار و گاہ مجھے اضطراب تھا
 کیا طرح ہے آشنا گا ہے گئی نا آشنا
 یا تو بیگانے ہی رہئے ہو جئے یا آشنا
 پامیال صد جفا ناحق نہ ہواے عندلیب
 سبزہ بیگانہ یہی تھا اس چمن کا آشنا

بلبلیں پائیز میں کہتے تھیں ہوتا کاشے
 یک مزہ رنگ قراری اس چمن کا آشنا
 گو گل دلالہ کہاں سنبل سمن ہم نسترن
 خاک سے یکساں ہوئے ہیں ہاے کیا کیا آشنا
 داغ ہے تابان علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر
 ہو نجات اس کو بیچارہ ہم سے بھی تھا آشنا
 مفت آروئے زاہد علامہ لے گیا
 یک منچہ اتار کے عمامہ لے گیا
 داغ فراق و حسرت و صل آرزوئے شوق
 میں ساتھ زیر خاک بھی ہنگامہ لے گیا
 پہنچا نہ پہنچا آہ گیا سو گیا غریب
 وہ مرغ نامہ بر جو میرانامہ لے گیا
 چھوٹا جو میں قفس سے تو سب نے مجھے کہا
 بیچارہ کیونکہ تا سر دیوار جاہنگا
 تو بیر میرے عشق کی کیا فائدہ طبیب
 اب جان ہی کے ساتھ یہ آزار جائیگا
 کیا کہوں کیسا ستم غفلت سے مجھ پر ہو گیا

قافلہ جاتا رہا میں صبح ہوتے سو گیا
 پیکسی مدت تلک بر سا کے اپنے گور پر
 جو ہماری خاک پر سے ہو کے گذرا رو گیا
 مدعا جو ہے سو وہ پایا نہیں جاتا کہیں
 ایک عالم جستجو میں جی کو اپنے کھو گیا
 مت ہو دشمن اے فلک نبھ پائمال راہ کا
 خاک افتادہ ہوں میں بھی ایک فقیر اللہ کا
 سر خرو لاتی نہیں ہمت میری ہر ایک پاس
 ہوں گداے آستان میں میر حضرت شاہ کا
 میں داڑھی تیری واعظ مسجد ہی میں منڈھواتا
 پر کیا کروں ساتھ اپنے جام نہیں رکھتا
 گرمی عشق مانع نشو و نما ہوئی
 میں وہ نہیں تھا کہ آگا اور جل گیا
 مستی میں چھوڑ دیر کو کعبے چلا تھا میں
 لغزش پڑی ہوئی تھی و لیکن سنبھل گیا
 گذرا بنائے چرخ سے نالہ پگاہ کا
 خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا

کبھو درد تھا کبھو داغ تھا کبھو زخم تھا کبھو وار تھا
 دم صبح بزم خوش جہاں شب غم سے کم نہ تھی مہربان
 کہ چراغ تھا سو تو دود تھا جو پتنگ تھا سو غبار تھا
 دل مضطرب سے گذر گئی شب وصل اپنی ہی فکر میں
 نہ دماغ تھا نہ فراغ تھا نہ شکیب تھا نہ قرآرا تھا
 نہیں تازہ دل کی خشکی یہی درد تھا یہی خشکی
 اسے جب سے ذوق شکار تھا اسی زخم سے سروکار تھا
 کبھو جا بگی جو ادھر صبا تو یہ کہیو اس سے کہ بیوفا
 مگر ایک میر شکستہ پا تیرے باغ تازہ میں خار تھا
 مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
 موم سمجھے تھے تیرے دل کو سو پتھر نکلا
 اشک تر قطرہ خون لخت جگر پارہ دل
 ایک سے ایک عدد آنکھ سے بہتر نکلا
 گنج کاوی جو کے سینے کے غم ہجران نے
 اس دینہ میں سے اقسام جواہر نکلا
 ہم نے جانا تھا لکھریگا تو کوئی حرف اے میر
 پر ترا نامہ تو یک شوق کا دفتر نکلا

ایک قطرہ خون ہو کے پلک سے ٹپک پڑا
 قصہ یہ کچھ ہوا دلِ غفران پناہ کا
 بد نام و خوار زار و نزار و شکستہ حال
 احوال کچھ نہ پوچھئے اس رو سیاہ کا
 اے تاج شہ نہ سر کو فرولاؤں تیرے پاس
 ہے معتقد فقیر نمد کے کلاہ کا
 بیمار تو نہوے جئے جب تلگ کہ میر
 سونے نہ دیگا شور تیری آہ آہ کا
 دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
 جھانکنا تانکنا کبھو نہ گیا
 سب گئے ہوش و صبر و تاب و تو ان
 لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا
 تیرہ عالم ہوا یہ روز سیاہ
 اپنے دل کے غبار میں دیکھا
 جن بلاؤں کو میر سنتے تھے
 ان کو اس روزگار میں دیکھا
 کئی دن سلوک و داع کا مرے پئے دل زار تھا

نالے میں میرے اثر نہ ہو گا
 پھر نوحہ گری کہاں جہاں میں
 ماتم زدہ میرا اگر نہ ہوگا
 غم اسکو ساری رات سنا یا تو کیا ہوا
 یا روز اٹھ کے سر کو پھرا یا تو کیا ہوا
 ان نے تو مجھ کو جھوٹے بھی پوچھا نہ ایکبار
 میں نے اسے ہزار بتا یا تو کیا ہوا
 مت رنج کر کسی کو اپنے تو اعتقاد
 دل ڈھائے کر جو کعبہ بنا یا تو کیا ہوا
 کیا کیا دعائیں مانگی ہے خلوت میں شیخ یوں
 ظاہر جہاں سے ہاتھ اٹھا یا تو کیا ہوا
 وہ فکر کر کہ چاک جگر پاوے التیام
 ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا
 جیتے تو میرا ان نے مجھے داغ ہی رکھا
 پر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا
 گرچہ سردار مڑوں کا ہے امیری کا مزا
 چھوڑ لذت کتیں لے تو فقیری کا مزا

نہیں ستارے یہ سوراخ پڑ گئے ہیں تمام
 فلک حریف ہوا تھا ہمارے آہوں کا
 حساب کا ہیکا روز شمار میں مجھ سے
 شمار ہی نہیں ہے کچھ میرے گناہوں کا
 ہم رہروان راہ فنا میں بے رنگ عمر
 جاوینگے ایسے کھوج بھی پایا نہ جائیگا
 پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہے گا دل
 تو صبح تک تو ہاتھ لگا یا نہ جائیگا
 یاد اسکی اتنی خوب نہیں میرا باز آ
 نادان پھر وہ جی سے بھلا یا نہ جائیگا
 دھوکا ہے تمام بحر دنیا
 دیکھے گا کہ ہونٹ تر نہ ہو گا
 دنیا کی نہ کر تو خواستگاری
 اس سے کبھو بہرہ ورنہ ہو گا
 آخانہ خراپی اپنی مت کر
 قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا
 ہو اس سے جہاں رو سیاہ تو بھی

ان ظلم رسیدوں پر کیا کیا نہ ہوا ہو گا
 ہے قاعدہ کلی یہ کوئے محبت میں
 دل گم جو ہوا ہوگا پیدا نہوا ہو گا
 اس کہنہ خرابی میں آبادی نہ کر منعم
 ایک شہر نہیں یہاں جو صحرا نہوا ہو گا
 جز مرتبہ گل کو حاصل کرے ہے آخر
 ایک قطرہ نہ دیکھا جو دریا نہوا ہوگا
 صد نشتر مژگان کے لگنے سے نہ نکلا خون
 آگے تجھے میرا ایسا سودا نہوا ہوگا
 عالم میں کوئی دل کا طلبگار نہ پایا
 اس جنس کا یہاں ہم نے خریدار نہ پایا
 حق ڈھونڈنے کا آپ کو آتا نہیں ورنہ
 عالم ہے سبھی یار کہاں یار نہ پایا
 مربوط ہیں تجھ بھی یہی ناکس و نااہل
 اس باغ میں ہم نے گل بے خار نہ پایا
 دم بعد جنون مجھ میں نہ محسوس تھا یعنی
 جامے میں میرے یاروں نے یکتا نہ پایا

ایک آزاد ہے ٹک چک نمک مرغ کباب
 تا تو جانے کہ یہ ہوتا ہے اسیری کا مزا
 دل جو تھا یک آبلہ پھوٹا گیا
 رات کو سینہ بہت کوٹا گیا
 ظاہر رنگ حنا کے سی طرح
 دل نہ اسکے ہاتھ سے چھوٹا گیا
 میں نہ کہتا تھا کہ منہ کر دل کے اور
 اب کہاں وہ آئینہ ٹوٹا گیا
 دل کی دیرانی کا کیا مذکور ہے
 یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا
 میرے کس کو اب دماغ گفتگو
 عمر گذری ریختہ چھوٹا گیا
 اتنی گذری جو تیرے ہجر میں سو اسکے سبب
 صبر مر حوم عجب مونس تنہائی تھا
 اے دوست کوئی مجھ سا رسوا نہ ہوا ہوگا
 دشمن کے بھی دشمن پر ایسا نہ ہوا ہوگا
 ٹک گورغریباں کی کر سیر کہ دنیا میں

مذہب عشق اختیار کیا
 سمجھے تھے میرے ہم کہ یہ ناسور کم ہوا
 پھر ان دنوں میں دیدہ خونبار نم ہوا
 کافر ہمارے دل کی نہ پوچھ اپنے عشق میں
 بیت الحرام تھا سو وہ بیت الصنم ہوا
 آئی نظر جو گور سلیمان کی ایک روز
 کوچے پر اس مزار کے تھا یہ رقم ہوا
 کای سرکشاں جہاں میں کھینچا تھا ہم بھی سر
 پایاں کار مور کے خاکِ قدم ہوا
 کیا کیا عزیز دوست ملے میرے خاک میں
 نادان یہاں کسو کو بھی غم ہوا
 افسوس کی یہی چشم ان سے خلاف عقل
 بار علاقہ سے تو عبث پشت خم ہوا
 اہل جہاں ہیں سارے تیرے جیتے جی تک
 پوچھیں گے بھی نہ بات جہاں تو عدم ہوا
 دل کے تیں آتش ہجران سے بچا یا نہ گیا
 گھر جلا سامنے پر ہم سے بچھا یا نہ گیا

خواہ مجھ سے لڑ گیا اب خواہ مجھ سے مل گیا
 کیا کہوں اے ہمیشہ میں تجھ سے حاصل دل گیا
 اپنے ہی دل کو نہ ہوا شد تو کیا حاصل نسیم
 گو چمن میں غنچہ پڑ مردہ تجھ سے کھل گیا
 دل سے آنکھوں میں لہو آتا ہے شاید رات کو
 کشمکش میں بقراری کے یہ پھوڑا چھل گیا
 فیس کا کیا کیا گیا ادھر و دین ہوش و صبر
 جس طرف صحرا سے لیلیٰ کا چلا حمل گیا
 رشک کی جاگا ہے مرگ اس کشتہ حسرت کی میر
 نغش کے ہمراہ جس کی گور تک قاتل گیا
 تابہ مقدر انتظار کیا
 دل نے اب زور بے قرار کیا
 دشمنی ہم سے کی زمانے نے
 کہ جفا کا تجھ سا یار کیا
 یہ تو ہم کا کارخانہ ہے
 یہاں وہی ہے جو اعتبار کیا
 سخت کافر تھا جن نے پہلے میر

دل میں رہ دل میں کہ معمار قضا سے اہنگ
 ایسا مطوع مکان کو ہ بنا یا نہ گیا
 شہر دل آہ عجب جائے تھی پر اسکے گئی
 ایسا اجزا کہ کس طرح بنا یا نہ گیا
 بلا جس چشم کو کہتے ہیں مردم
 وہ ہے عین بلا مسکن ہمارا
 ہوا رونے سے راز دوستی فاش
 ہمارا گر یہ تھا دشمن ہمارا
 نہ پہچے میکدے میں میر کیونکر
 گرو سو جا ہے پیراہن ہمارا
 گلیوں میں اب تک بھی مذکور ہے ہمارا
 افسانہ محبت مشہور ہے ہمارا
 مقصود لو تو دیکھیں کب تک پہنچتے ہیں ہم
 بالفصل اب ارادہ تا گور ہے ہمارا
 کیا آرزو اتھی جس سے سب چشم ہو گئے ہیں
 ہر زخم سو جگہ سے ناسور ہے ہمارا
 ہیں مٹت خاک لیکن جو کچھ نہیں میر ہم ہیں

مقدور سے زیادہ مقدور ہے ہمارا
 کر و گے یاد باتیں تو کہو گے
 کہ کوئی رفتہ بہت سیار گو تھا
 جہاں پر ہے فسانے سے ہمارے
 دماغ عشق ہم کو بھی کبھو تھا
 مگر دیوانہ تھا کل بھی کسو کا
 کہ پیراہن میں سو جگہ رفو تھا
 نہ دیکھا میر آوارہ کو لیکن
 غبار یک ناتواں سا کو بچو تھا
 راہ دور عشق میں روتا ہے کیا
 آگے دیکھئے ہو تا ہے کیا
 قافلے میں صبح کے ایک شور ہے
 یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا
 سبز ہوتی ہی نہیں یہ سر زمین
 ختم خواہش دل میں تو یو تا ہے کیا
 غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز
 میر اسکو رایگاں کھوتا ہے کیا

رونا تک یک تنہا تو غم پیراں سا
 دس دن رہے ہم سو رہا رہا
 پہلو میں ایک گرہ سی تہ خاک ساتھ ہے
 شاید کہ مرگئے پہ بھی خاطر میں کچھ رہا
 آنکھوں نے راز داری محبت کی خوب کی
 آنسو جو آتے آتے رہے تو لہو بہا
 کس کس طرح سے میر نے کاٹا ہے عمر کو
 اب آخر آخر آن کے یہ ریختہ کہا
 شمع سان جلتی رہی ہے لیکن نہ تو ژلید سے
 رشتہ الفت تمامی عمر گردن میں رہا
 ہم نہ کہتے تھے کہ مت دیو حرم کی راہ چل
 اب یہ دعویٰ حشر تک شیخ و برہمن میں رہا
 وہ دشت خوفناک رہا ہے مراوطن
 سکر جسے خضر نے سفر سے حذر کیا
 کچھ کم نہیں ہیں شعبہ ہ بازوں سے میگسار
 دارو پلا کے شیخ کو آدم سے خر کیا
 ہیں چاروں طرف خیمے کھڑے گردباد کے

کیا جانئے جنوں نے ارادہ کدھر کیا
 کچھ نہ دیکھا پھر جزیک شعلہ پر پیچ و تاب
 شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پر وانی گیا
 ایک ہی چشمک تھی صحبت احباب کی
 دیدہ تر ساتھ لے مجلس سے پیانہ گیا
 گل کھلے صدرنگ تو کیا بے پری سے اے نسیم
 مدتیں گذریں کہ وہ گلزار کا جانا گیا
 محبت کا جب روز بازار ہو گا
 بیچے سر اور کم خریدار ہو گا
 عجب شیخ جی کی ہے شکل و شمائل
 ملیگا تو صورت سے بیزار ہو گا
 نہ پوچھ اپنی مجلس میں ہے میر بھی یہاں
 جو ہوگا تو جی سے گنکار ہو گا
 اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
 لہو آتا ہے جب نہیں آتا
 صبر تھا ایک مونس ہجران
 سو وہ مدت سے اب نہیں آتا

دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
 گریہ کچھ بے سبب نہیں آتا
 دور بیٹھا غبار میرے اس سے
 عشق میں یہ ادب نہیں آتا
 کب تک تو امتحان میں مجھ سے جداریگا
 جیتا ہوں تو تجھی میں یہ دل لگا رہیگا
 یہاں ہجر اور ہم میں جھوٹے ہے کب کی صحبت
 زخم دل و نمک میں کب تک مزار ہیگا
 عمر عزیز ساری دل ہی کے غم میں گذری
 بیمار عاشقی یہ کس دن بھلا رہیگا
 کیا ہے جواہر اٹھ گیا ہے پر بستہ وفا ہے
 قید حیات میں ہے تو میرے آ رہیگا
 جو یہ دل ہے تو کیا سر انجام ہوگا
 تہ خاک بھی خاک آرام ہوگا
 نہ نکلا کرتا بھی ہے پردہ گھر سے
 بہت اسمیں ظالم تو بد نام ہوگا
 جگر چاکی ناکامی دینا ہے آخر

نہیں آئے جو میرے کچھ کام ہوگا
 بار ہا گور دل جھکا لایا
 اب کی شرط وفا بجا لایا
 نہ نکلا گراتا بھی بے پردہ گھر سے
 بہت اسمیں ظالم تو بد نام ہوگا
 قدر رکھتی نہ تھی متاع دل
 سارے عالم میں میں دکھا لایا
 ابتدا ہی میں مر گئے سب یار
 عشق کی کون انتہا لایا
 اب تو جاتے ہیں تہکے سے میرے
 پھر ملیجے اگر خدا لایا
 جوں برگ ہاے لالہ پریشان ہو گیا
 مذکور کیا ہے اب جگر لخت لخت کا
 دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انہیں
 تھا کل تلک دماغ جنہیں تاج و تخت کا
 ہم عشق میں نہ جانا غم ہی سدا رہیگا
 دس دن جو ہے یہ مہلت سو یہاں وہاں رہیگا

سب ہم سے سیکھتے ہیں انداز گفتگو کا
 دے پہلے التفاتیں ساری فریب نکلیں
 دیتا نہ تھا دل اسکو میں میرا آہ چوکا
 پیغام غم جگر کا گلزار تک نہ پہنچا
 نالہ میرا چمن کے دیوار تک نہ پہنچا
 یہ سخت سبز دیکھو باغ زمانے میں سے
 پتر مردہ گل بھی اپنے دستار تک نہ پہنچا
 شرکت شیخ و برہمن سے میرا
 کعبہ و دیر سے بھی جائیگا
 اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد
 کس ویرانے میں بنائیگا
 دل پہنچا ہلاکی کو نپٹ کھینچ کسالا
 لے یار میرے سلمہ اللہ تعالیٰ
 کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث
 ہر ہم ہے میرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالا
 ممکن نہیں کہ کل کرے ویسی شگفتگی
 اس سرزمین میں تخم محبت میں بوچکا

برقع اٹھے پہ اسکے ہوگا جہان روشن
 خورشید کا نکلنا کیونکر چھپا رہیگا
 دل ہی کہ غم میں گذری اپنی تو عمر ساری
 بیمار عاشقی یہ کس دن بھلا رہیگا
 دانستہ ہے تغافل غم کہنا اس سے حاصل
 تم درد دل کہو گے وہ سر جھکا رہیگا
 معیشت ہم فقیروں کی سی احوال زمان سے کر
 کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا
 عجب کیا ہے ہلاک عشق میں فرہاد و مجنوں کے
 محبت روگ ہے کوئی کہ کم اس سے جیا ہوگا
 یہاں نام مار کس کا ور دزبان نہ پایا
 پر مطلقاً کہیں ہم اسکا نشان نہ پایا
 ایسی ہے میر کی بھی مدت سے روتے صورت
 چہرہ پہ اسکے کس دن آنسو رواں نہ پایا
 یہ عیش گاہ نہیں ہے یہاں رنگ اور کچھ ہے
 ہر گل ہے اس چمن میں ساغر بھرا لہو کا
 بلبل غزل سرائی آگے ہماری مت کر

ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا
 صبح پیری شام ہونے آئی میر
 تو نہ جیتا یہاں بہت دن کم رہا
 دہر میں میں خاک بسر ہی رہا
 عمر کو اس طور بسر کر گیا
 دل نہیں ہے منزل سینے میں اب
 یہاں وہ پچاڑہ سفر کر گیا
 کس کو میرے حال سے تھی آگئی
 نالہ شب سب کو خبر کر گیا
 مجلس آفاق میں پروانہ سان
 میر بھی شام اپنی سحر کر گیا
 آیا جو واقعی میں در پیش عالم مرگ
 یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا
 ہر حرف غم نے میری مجلس کے تئیں رولایا
 گویا غبار دل کا پڑھتا کتاب نکلا
 داماں کوہ میں جو میں ڈاڑھ مار رویا
 ایک امروان سے اٹھکر بے اختیار رویا

ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسماں
 دے جام خون میر کو گر منہ وہ دھوچکا
 جوں صبح اب کہاں ہے طول سخن کی فرصت
 قصہ ہے کوئی دم کو ہے مختصر ہمارا
 یوں دور سے کھڑے ہو کیا معتبر ہے رونا
 دامن سے باندھ دامن اے امروان تر ہمارا
 اس کا رواں سرا میں کیا میر بار کھولیں
 یہاں کوچ لگ رہا ہے شام و سحر ہمارا
 غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
 دل کے جانے کا نہایت غم رہا
 دل نہ پہنچا گوشہ دامن تک
 قطرہ خون تھا مثرہ پر جم رہا
 سنتے ہیں لیلیٰ کے خیمے کو سیاہ
 اس میں مجنوں کا مگر ماتم رہا
 جامہ احرام زاہد پر نہ جا
 تھا حرم میں لبک نامحرم رہا
 میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی

رہ تسلی کہ یوں مقدر تھا
 اتنے منعم جہاں میں گذرے
 وقت رحلت کے کس کئے زر تھا
 صاحب جاہ و شوکت و اقبال
 یک از انجملہ اب سکندر تھا
 تھی یہ سب کائنات زیر نگین
 ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا
 لعل و یاقوت و ہم زرو گوہر
 چاہئے جس قدر میسر تھا
 آخر کار جب جہاں سے گیا
 ہات خالی کفن سے باہر تھا
 خوش رہا جب تک رہا جیتا
 میر معلوم ہے قلندر تھا
 ہم دیئے ہیں سن رکھو تم مرجائیں رک کے یکجا
 کیا کوچہ کوچہ پھرنا عنوان ہے ہمارا
 کرتے ہیں باتیں کس کس ہنگامے کے یہ زاہد
 دیوان حشر گویا دیوان ہے ہمارا

سمجھا تو مجھے مرگ کے نزدیک پس از دیر
 رحمت ہے میرے یار بہت دور سے آیا
 میں صید رمیدہ ہوں بیابان جنون کا
 رہتا ہے مرا موجب وحشت مرا سایا
 یا قافلہ در قافلہ ان رستوں تھے جو لوگ
 یا ایسے گئے یہاں سے کہ پھر کھوج نہ پایا
 دل ایسے جو زیر غبار اکثر تھا
 کچھ مزاج ان دنوں مکرر تھا
 اس پہ تکیہ کیا تو تھا لیکن
 رات دن ہم تھے اور بستر تھا
 سر سری تم جہاں سے گذرے
 ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا
 دل کی کچھ قدر کرتے رہو تم
 یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا
 اب خرابہ ہوا جہاں آباد
 ورنہ ہر یک قدم پہ یہاں گھر تھا
 بے زری کا نہ کر گلہ غافل

میرے کھول کر کفن دیکھا
 قاصد جو وہاں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا
 پچارہ گر یہ ناک گریبان دریدہ تھا
 مت پوچھ کس طرح سے کئی رات ہجر کی
 ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا
 دل بقرار گریہ خونین تھا رات میرے
 آیا نظر تو بسمل در خون طہیدہ تھا
 شکر صد شکر کہ میں ذلت و خواری کے سبب
 کسی عنوان میں پشم عزیزان نہ ہوا
 کونسی رات زمانے میں گئی جس میں میرے
 سینہ چاک سے میں دست و گریبان ہوا
 کس کی ہوا کہاں کا گل ہم تو قفس میں ہیں اسیر
 سیر چمن کی روز و شب تجھ کو مبارک اے صبا
 بوے کباب سوختہ آتی ہے کچھ دماغ میں
 ہووے ہووے اے نسیم رات کسی کا دل جلا
 یادش مخیر دشت میں مانند عنکبوت
 دامن کے اپنے تار جو خاروں پہ تن گیا

ماہیت دو عالم کھاتے پھرے ہے غوطے
 یک قطرہ خون یہ دل طوفان ہے ہمارا
 کیا خاندان کا اپنے تجھ سے کہیں تقدس
 روح القدس ایک ادنیٰ در بان ہے ہمارا
 کرتا ہے کام وہ دل جو عقل میں نہ آوے
 گھر کا مشیر کتنا نادان ہے ہمارا
 رات حیران ہوں کچھ چپ ہی مجھے لگ گئی میرے
 درد پنہاں تھے بہت پر لب اظہار نہ تھا
 اے اے اس چمن میں نہ ہو گا گل امید
 یہاں تخم یاس اشک کو میں پھر کے بودیا
 پوچھا جو میں نے درد محبت سے میرے کو
 رکھ ہاتھ ان نے دل پہ ٹک یک اپنے رو دیا
 ہوتا ہے یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا
 دیکھا جو خوب تو ہے دنیا عجب تماشا
 طالع جو میرے خواری محبوب کو خوش آئی
 پر غم یہ ہے مخالف دیکھیں گے سب تماشا
 حسرت اسکی جگہ تھی خوابیدہ

کہاں تک جہاں کو ڈھوتا رہیگا
 میرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے
 جس کے بھی جو ہوش کھوتا رہیگا
 بس اے میرے مٹرگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
 تو کب تک یہ موتی پروتا رہیگا
 ہم اسیروں کو بھلا کیا جو بہار آئے نسیم
 عمر گزری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا
 دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا
 اب جس جگہ کہ داغ ہے یہاں آگے درد تھا
 عاشق ہیں ہم تو میر کے بھی ضبط عشق کے
 دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا
 مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہل دین
 گر آوے شیخ پن کے جامہ قرآن کا
 آخر کو خاک ہو نا در پیش ہے سنبھوں کا
 نیک دیکھ منہ کدھر ہے قامت خمیدگاں کا
 صحرا میں سیل اشک مرا جا بجا پھرا
 مجنوں بھی اسکی موج میں مدت بہا پھر

مارا تھا کس لباس میں عربیانی نے مجھے
 جس سے تہ زمین بھی میں بے کفن گیا
 آئی اگر بہار تو اب ہم کو کیا صبا
 ہم سے تو آشیان بھی گیا اور چمن گیا
 سر سبز ملک ہند میں ایسا ہوا کہ میر
 یہ ریختہ لکھا ہوا تیرا دکھن گیا
 اس قید حبیب سے میں چھوٹا جنون کے دولت
 ورنہ گلا یہ میرا جون طوق میں پھنسا تھا
 روتی ہے شمع اتنا ہر شب کے کچھ نہ پوچھو
 میں سوز دل کو اپنے مجلس میں کیوں کہا تھا
 جو اس شور سے میرے روتا رہیگا
 تو ہمسایہ کا ہی کو سوتا رہیگا
 میں وہ روتے والا جہاں سے چلا ہوں
 جسے اہم ہر سال روتا رہیگا
 مجھے کام روتے سے اکثر ہے ناصح
 تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا
 بس اے گریہ آنکھیں ترے کیا نہیں ہیں

جلد پھر پہنچو اے میرا خدا کو سونپا
 جلوہ ہے اسی کا سب گلشن میں زمانے کے
 گل پھول کو ہے ان نے پر وہ سا بنا رکھا
 جوں برگ خزاں دیدہ سب زرد ہوئے ہم تو
 گرمی نے ہمیں دل کے آخر کو جلا رکھا
 آہ سحر نے سوزش دل کو مٹادیا
 اس باؤ نے ہمیں تو دیا سا بھلا دیا
 پوشیدہ ماز عشق چلا جائے تھا سو آج
 بے طاقتی نے دل کے وہ پر وہ اٹھا دیا
 اس موج نیز دہر میں ہم کو قضا نے آہ
 پانی کے بلبے کی طرح سے مٹا دیا
 سب شورِ مدامن کوئے سر میں مر گئے
 یاروں کو اس فسانے نے آخر سلا دیا
 آوار گان عشق کا پوچھا جو میں نشان
 مشت غبار لیکے صبا نے اڑا دیا
 اجزابدن کے جتنے تھے پانی ہو بہ گئے
 آخر گداز عشق نے ہم کو بہا دیا

طالع جو خوب تھے تو ہوا جاہ کچھ نصیب
 سر پر میرے کڑوڑ برس تک ہما پھرا
 آنکھیں برنگ نقش قدم ہو گئیں سفید
 نامے کے انتظار میں قاصد بھلا پھرا
 ٹک بھی نہ مڑ کے میری طرف تو نے کی نگاہ
 ایک عمر تیرے پیچھے میں ظالم لگا پھرا
 دیر و حرم میں کیونکر قدم رہ سکیگا میرا
 ادھر تو اس سے بت پھرے ادھر خدا پھرا
 کیا میرا ہے یہی جو تیرے در پہ تھا کھڑا
 نمناک چشم خشک لب و رنگ زرد سا
 خزاں التفات اس پہ کرتی بجا تھی
 یہ غنچہ چمن میں ابھی وا ہوا تھا
 زہے طالع اے میرا ان نے یہ پوچھا
 کہاں تھا تو اب تک تجھے کیا ہوا تھا
 آہ کے تیں دل حیران و خفا کو سونپا
 میں نے یہ غنچہ تصویر صبا کو سونپا
 اب تو جاتا ہی ہے کعبہ کو تو تھانے سے

کیا کچھ نہ تھا ازل میں نہ طالع جو تھے درست
 ہم کو دل شکستہ قضا نے دلا دیا
 ہم نے تو سادگی سے کیا جی کا بھی زبان
 دل جو دیا تھا سو تو دیا سر جدا دیا
 بوئے کباب سوختہ آئی دماغ میں
 شاید جگر بھی آتش غم نے جلا دیا
 تکلیف درد دل کی عبث ہمتیں نے کی
 درد سخن نے میرے سچوں کو رلا دیا
 ان نے تو تیج کھینچی تھی پر جی جلا کے میر
 ہم نے بھی ایکدم میں تماشا دکھا دیا
 نظر میں آوے گا جب جی کا کھونا
 ملیگا نیند بھر تب مجھ کو سونا
 مرا خون تجھ پہ ثابت ہی کرے گا
 کنارے بیٹھ کر ہاتھوں کو دھونا
 وصیت میر نے مجھ کو بھی کی
 کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہ ہونا
 اس آستان داغ سے میں زریا گیا

گلدستہ دستہ جسکو چراغ دیا گیا
 کیا بعد مرگ یاد کروں گا وفا تجھے
 سہتا رہا جفا میں میں جب تک رہا جیا
 اب وہ جگر طیش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
 مدت تلک جو میر کا لہو پیا کیا
 تیری ہی رہگذر میں یہ جی رہا ہے شوخ
 سینو کہ میر آج ہی کل میں گذر گیا
 ردیف الالف منتخب از دیوان دوم میر یک صد و ہشتا
 دو چہار اشعار۔

ہر ذی حیات کا ہے سبب جو حیات کا
 نکلے ہے جی ہی اسکے لئے کائنات کا
 ہے مستحیل خاک سے اجزائے نوخطان
 کیا سہل ہے زمین سے نکلے عین ذات کا
 ہر صفحے میں ہے محو کلام اپنا دس جگہ
 مصحف کو کھول دیکھ تک انداز بات کا
 ہم مذنبوں میں صرف کرم سے ہے گفتگو
 مذکور ذکر یہاں نہیں صوم و صلوات کا

توڑا بیوں کو دوشِ نبیؐ پر قدم کو رکھ
 چھوڑا نہ نامِ کعبے میں کفر و ضلال کا
 فکرِ نجاتِ میرؐ کو کیا مدحِ خوان ہے وہ
 اولاد کا علیؑ کے محمدؐ کے آل کا
 لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا
 کب خضرؑ و مسیحاؑ نے مرنے کا مزا جانا
 ہم جاہ و حشمِ یہاں کا کیا کہتے کہ کیا جانا
 خاتم کو سلیمان کے انگشتر پا جانا
 یہ بھی ہے ادا کوئی خورشیدِ نمطِ پیارے
 منہ صبح دکھا جانا پھر شام چھپا جانا
 گردن کشی کیا حاصل مانند بگوے کے
 اس دشت میں سر گاڑے جون سیل چلا جانا
 اس گریہِ خونین کا ہو ضبط تو بہتر ہے
 اچھا نہیں چہرے پہ لہو کا بہا جانا
 کیا پانی کے مول آکر مالک نے گھر بیجا
 ہے سخت گراں ستا یوسف کا بکا جانا
 کب میرؐ بمر آئے تم ویسی فریبی سے
 دل کو تو لگا بیٹھے لیکن نہ لگا جانا

کیا میرؐ تجھ کو نامہ سیا ہی کا فکر ہے
 ختمِ رسل سا شخص ہے ضامنِ نجات کا
 جلوہ نہیں ہے نظم میں حسنِ قبول کا
 دیوان میں شعر گر نہیں نعتِ رسولؐ کا
 حق کی طلب ہے کچھ تو محمدؐ پر ست ہو
 ایسا وسیلہ ہے بھی خدا کے وصول کا
 مطلوب ہے زماں و مکان جہاں سے
 محبوب ہے ملک کا فلک کا عقول کا
 احمد کو ہم نے جان رکھا ہے وہی احد
 مذہب کچھ اور ہوگا کسی ابو الفضول کا
 جن مردمان کو آنکھیں وپانِ خدا نے دے
 سرمہ کریں ہیں رہ کے تیری خاکِ دھول کا
 مقصود ہے علیؑ کا ولی کا سبھی کا تو
 ہے قصد سب کو تیری رضا کے حصول کا
 جو معتقد نہیں ہے علیؑ کے کمال کا
 ہر بال اسکے تن پہ ہے موجبِ وبال کا
 پایا علیؑ کو جا کے محمدؐ نے اس جگہ
 جس جانہ تھا لگاؤ گمان و خیال کا

تقصیر جان دینے میں ہم نے کبھو نہ کی
 جب تیغ وہ بلند ہوئی سر جھکا دیا
 گرمی چراغ کی سی نہیں وہ مزاج میں
 اب دل فردگی سے ہوں جیسے بچھا دیا
 وہ آگ ہو رہا ہے خدا جانے غیر نے
 میری طرف سے اسکے تئیں کیا لگا دیا
 اب گھٹتی گھٹتی جان میں طاقت نہیں رہی
 ٹک لک چلی صبا کہ دیا سا بڑھا دیا
 تنگی لگا ہے کرتے دم اپنا بھی ہر گھڑی
 کمرھنے نے دل کے جی کو ہمارے کھپا دیا
 کیا کیا زیاں میرے نے کھینچے ہیں عشق میں
 دل ہاتھ سے دیا ہے جدا سر جدا دیا
 بہتوں کو آگے تھا یہی آزار عشق کا
 جیتا رہا ہے کوئی بھی بیمار عشق کا
 بے پر دگی بھی جاہ کا ہوتا ہے لازمہ
 کھلتا ہی ہے زندان یہ اسرار عشق کا
 زندانے سیکڑوں میرے آگے رہا ہوئے
 چھوٹا نہ میں ہی تھا جو گنہگار عشق کا

پائے خطاب کیا کیا دیکھے عتاب کیا کیا
 دل کو لگا کے ہم نے کھینچے عذاب کیا کیا
 انواع جرم میرے پھر بے شمار و بے حد
 روز حساب لینگے مجھ سے حساب کیا کیا
 افراط شوق میں تو رویت رہی نہ مطلق
 کہتے ہیں میرے منہ پر اب شیخ و شاب کیا کیا
 پھر پھر گیا ہے آکر منہ تک جگر ہمارے
 گذرے ہے جان و دل پر یہاں اضطراب کیا کیا
 کچھ سوچتا نہیں ہے مستی میں میر جی کو
 کرتے ہیں پونج گوئی پی کر شراب کیا کیا
 جھمکی دکھا کے طور کو جن نے جلا دیا
 آئی قیامت ان نے جو پر وہ اٹھا دیا
 اس فتنے کو جگا کے پشیمان ہوئی نسیم
 کیا کیا عزیز لوگوں کو ان نے سلا دیا
 اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہے عرش پر
 گو آسمان نے خاک میں ہم کو ملا دیا
 جانے نہ قدر اس گھر شب چراغ کی
 دل ریزہ خنزف کی طرح میں اٹھا دیا

پھر آج میرے مسجد جامع کے تھے اما
 داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا
 غم ابھی کیا محشر مشہور کا
 شور سا ہے تو و لیکن دور کا
 حق تو سب کچھ ہی تو ناحق نہ بول
 بات کہتے سر کٹا منصور کا
 پر ستنش اب اسی بت کی ہے ہر سو
 رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا
 نہ جانو میرے کیوں ایسا ہے چپکا
 نمونہ ہے یہ آشوب بلا کا
 کرو دن ہی سے رخصت ورنہ شب کو
 نہ سونے دیگا شور اس پیوا کا
 اس موج خیز دہر میں تو ہے حباب سا
 آنکھیں کھلیں ترے تو یہ عالم ہے خواب سا
 اسباب مہیا تھے سب مرنے ہی کے لیکن
 اب تک نہ مومے جو ہم اندیشہ کفن کا تھا
 بلبل کو موا پایا گل پھولوں کی دو کان پر
 اس مرغ کے بھی جی میں کیا شوق چمن کا تھا

چوہاں مرگ میں ہیں ہوا ہوں مگر بنا
 جی پیچھے ہے پھرے ہے خریدار عشق کا
 منصور نے جو سر کو کٹا یا تو کیا ہوا
 ہر سر کہیں ہوا ہے سزاوار عشق کا
 جاتا وہی سناہم حسرت جہاں سے
 ہوتا ہے جس کسو سے بہت پیار عشق کا
 لگ جائے دل کہیں تو اسے جی میں اپنے رکھ
 رکھتا نہیں شگون کچھ اظہار عشق کا
 چھوٹا جو مر کے قید عبارات میں پھنسا
 القصہ کیا رہا ہو گرفتار عشق کا
 کھوے رہا نہ جان کو نا آزمودہ کار
 ہوتا نہ میرے کاش طلبگار عشق کا
 ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا
 دونوں جہاں میرے عبث روسیہ ہوا
 عمامہ ہے موزن مسجد کا بار خر
 قد تو ترا خمیدہ ہو محراب سا ہوا
 کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب
 جی پر و بال سب ہے یہ عمر دراز کا

اٹھتی تعب فراق کی جی سے کہاں تک
 دل جو بجا رہا نہ ہمارا بجا ہوا
 دامن سے منہ چھپائے جنون کب رہا چھپا
 سو جاء سے سامنے ہے گریبان پھٹا ہوا
 دیکھا نہ ایک گل کو بھی چشمک زنی میں ہائے
 جب کچھ رہا نہ باغ میں تب میں رہا ہوا
 کیا جانئے ملاپ کسے کہتے ہیں یہ لوگ
 برسوں ہوئے کہ ہم سے تو وہ ہی لڑا ہوا
 بحر بلا سے کوئی نکلتا مرا جہاز
 بارے خداے عزوجل نا خدا ہوا
 اس بحر میں یک اور غزل تو بھی میرے کہہ
 دریا تھا تو تو تیری روانی کو کیا ہوا
 اس کام جان و دل سے جو کوئی جدا ہوا
 دیکھا پھر اسکو خاک میں ہم نے ملا ہوا
 کھینچا بغل میں میں جو اسے مست پاکے رات
 کہنے لگا کہ آپ کو بھی اب نشا ہوا
 نے صبر ہے نہ ہوش ہے نے عقل ہے نہ دین
 آتا ہے اسکے پاس سے عاشق لٹا ہوا

خوگر نہیں ہم یونہی کچھ رتختے کہنے سے
 معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکھن کا تھا
 رہ میرے غریبانہ جاتا تھا چلا روتا
 ہر گام گلہ لب پہ یاران وطن کا تھا
 یک آن اس زمانے میں یہ دل نہ وا ہوا
 کیا جائے کہ میرے زمانے کو کیا ہوا
 سوزش وہی تھی چھاتی میں مرنے تک مرے
 اچھا ہوا نہ داغ جگر کا لگا ہوا
 سر ہی چڑھا رہے ہر ایک بادہ خوار کے
 ہے شیخ شہر یا کوئی ہے جن پڑا ہوا
 ظاہر کو گودرست رکھا مر کے میں ولے
 دل کا لگاؤ کوئی رہا ہے چھپا ہوا
 از خویش رفتہ میں ہی نہیں اسکی راہ میں
 آتا نہیں ہے پھر کے ادھر کا گیا ہوا
 یوں پھر اٹھا نہ جائیگا اے ابر دشت سے
 گر کوئی رونے بیٹھ گیا دل بھرا ہوا
 لیکر جواب خط کا نہ قاصد پھرا کبھو
 کیا جانے سر نوشت میں کیا ہے لکھا ہوا

دل کی واشد کے لئے کل باغ میں میں تک گیا
 سن گلہ ببل سے گل کا اور بھی جی رک گیا
 ہم نہ کہتے تھے کہ غافل خاک ہو پیش از فنا
 دیکھ اب پیری میں تیرا قد کدھر کو جھک گیا
 پھر تا ہے زندگی کے لئے آہ خوار کیا
 اس وہم کے نمود کا ہے اعتبار کیا
 بسکہ ہیں اس غزل میں شعر بلند
 یہ زمین آسمان ہے گویا
 وہی شور مزاج شیب میں ہے
 میر اب اب تک جوان ہے گویا
 جی رک گئے اے ہمد دل خون ہو بھر آیا
 اب ضبط کریں کب تک منھ تک تو جگر آیا
 تابوت پہ بھی میرے پتھر پڑے لیجاتے
 اس نخل میں ماتم کے کیا خوب ثمر آیا
 در ہی کے تیں تکتے پتھر اگئیں آنکھیں تو
 وہ ظالم سنگین دل کب میر کے گھر آیا
 دل عشق میں خون دیکھا آنکھوں کو گیا دیکھا
 پیغمبر کنعان نے دیکھا نہ کہ کیا دیکھا

اٹھتا ہے میرے دل سے کبھو جوش سا تو پھر
 جاتا ہے دونوں آنکھوں سے دریا بہا ہوا
 جون صید نیم کشتہ تڑپتا ہے ایک سا
 کیا جانیئے کہ دل کو میرے کیا بلا ہوا
 جون برق مجھ کو ہنتے نہ دیکھا کسو نے آہ
 پایا تو اب سا کہیں رو تا کھڑا ہوا
 جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ میں
 وہ آج میں سنا تو ہے میرا کہا ہوا
 پایا مجھے رقیب نے آ اسکے زیر تیغ
 دلخواہ بارے مدعی کا مدعا ہوا
 بیمار مرگ سا تو نہیں روز اب بتر
 دیکھا تھا ہم نے میر کو کچھ تو بھلا ہوا
 جون اب قبلہ دل ہے نہایت ہی بھر رہا
 رو نا مرا سنوگے کہ طوفان کر رہا
 شب میکدے سے وارد مسجد ہوا تھا میں
 پر شکر ہے کہ صبح تیں بے خبر رہا ہے
 کا ہیو میں نے میر کو چھیڑا کہ ان نے آج
 یہ درد دل کہا کہ مجھے درد سر رہا

عشق نے کیا کیا تصرف یاں کئے ہیں آجکل
 چشم کو پانی کیا سب دل کو سب لو ہو کیا
 جانا اس آرام گمہ سے ہے بعینہ بس یہی
 جیسے سوتے سوتے ادھر سے ادھر پہلو کیا
 عاشق ترے لاکھوں ہوئے مجھ سانہ پھر پیدا ہوا
 تجھ پر کوئی اے کام جان دیکھا نہ یوں مرتا ہوا
 مدت ہوئی الفت گئی برسوں ہوئے طاقت گئی
 دل مضطرب ایسا نہ تھا کیا جائے اب کیا ہوا
 کل صبح سیر باغ میں دل اور میرا رک گیا
 بلبل نہ بولا منہ سے کچھ گل ٹک نہ مجھ سے وا ہوا
 وے دن گئے جو یاں بکھو اٹھتا تھا دل سے جوش سا
 اب لگ گئے رونے جہاں پل مارتے دریا ہوا
 کتنوں کے دل بیجان ہوئے کتنے نے جانے کیا ہوئے
 چلنے میں اسکے دو قدم ہنگامہ یک برس پا ہوا
 مستی میں لغزش ہو گئی معذور رکھا چائیے
 اے اہل مسجد اس طرف آیا ہوں میں بھکا ہوا
 جوں حسن ہے یک فتنہ گرتوں عشق بھی ہے پردہ در
 وہ شرہ عالم ہوا میں خلق میں رسوا ہوا

مجروح ہے سب سینہ تسیر ہے نمک پاشی
 آنکھوں کے لڑانے کا ہم خوب مزا دیکھا
 کہہ دل کو گنویا ہے یا رنج اٹھایا ہے
 اے میر تجھے ہم نے کچھ آج خفا دیکھا
 آیا ہے ابر جب کا قبلہ سے تیرا تیرا
 مستی کے ذوق میں ہیں آنکھیں بہت ہی خیرہ
 مجنون نے حوصلے سے دیوانگی نہیں کی
 جاگمہ سے اپنے جانا اپنا نہیں و طیرہ
 کیا کم ہے ہو لنا کی صحراے عاشقی کی
 شیروں کو اس جگہ پر ہوتا ہے قشعریرا
 غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
 نکلا نہ بوند لہو سینہ جوان کا چیرا
 بندہ ہے پھر کہاں کا جو صاحب ہو بے دماغ
 اس سے خدائی پھرتی ہے جس سے خدا پھرا
 خانہ خراب میر بھی کتنا غیور تھا
 مرتے موا پر اسکے بکھو گھر نہ جا پھرا
 پھرے کب تک شہر میں اب سوئے صحرا رو کیا
 کام اپنا اس جنون میں ہم نے بھی یکسو کیا

یہ میر ستم کشتہ کس وقت جواں تھا
انداز سخن کا سبب شور و فغان تھا
جادو کی پڑی پرچہ ابیات تھا اسکا
منہ بجینے غزل پڑھتے عجب سحر بیان تھا
جس راہ سے وہ دل زدہ دلی میں نکلتا
ساتھ اسکے قیامت کا ساہنگامہ رواں تھا
افردہ نہ تھا ایسا کہ جون آب زدہ خاک
آندھی تھی بلا تھا کوئی آشوب جہاں تھا
کس مرتبہ تھی حسرت دیدار میرے ساتھ
جو پھول مرے خاک سے نکلا نگران تھا
مجنوں کو عبث دعویٰ وحشت ہے مجھی سے
جس دن کہ جنوں مجھ کو ہوا تھا وہ کہاں تھا
غافل تھے ہم احوال دل خستہ سے اپنے
وہ گنج اسی گنج خرابی میں نہاں تھا
کس زور سے فرہاد نے خارا شکنی کی
ہر چند کہ وہ ٹیکس و بیتاب و توان تھا
گو میر جہاں میں کہوں نے تجھ کو نہ جانا
موجود نہ تھا تو تو کہاں نام و نشان تھا
خواب میں کل پاؤں اپنے دوست کے ملتا تھا میں

فرہاد و مجنوں دون گئے ہم اور دامق یوں چلے
اس عارضے سے چاہ کہ وہ کونسا اچھا ہوا
یا حرف حظ ہے در میان یا گیسوؤں کا ہے بیان
کیا میر صاحب کے تئیں پھر ان دنوں سودا ہوا
لے رنگ بے ثباتی یہ گلستان بنایا
بنبل نے کیا سمجھ کر یاں آں آشیاں بنایا
اڑتی ہے خاک یارب شام و سحر جہاں میں
کس کے غبارِ دل سے یہ خاکدان بنایا
کیمرنگ پر نہ ہنا یاں کا عجب نہیں ہے
کیا کیا نہ رنگ لائے تب یہ جہاں بنایا
اس صحن پر یہ وسعت اللہ رے تیری صنعت
معمار نے قضا کے دل کیا مکان بنایا
دل ٹک ادھر نہ آیا ادھر سے کچھ نہ پایا
کہنے کو ترک لیکر یک سوانگ یاں بنایا
دریوزہ کرتے گذری گلیوں میں عمر اپنی
درویش کب ہوے ہم تکیہ کہاں بنایا
وہ تو مٹا گیا تھا تریبت بھی میر جی کی
دو چار اینٹیں رکھ کر پھر میں نشاں بنایا

ہو گوشہ گیر شہرت مد نظر اگر ہے
 عنقا کی طرح اپنا عزلت سے نام نکلا
 روکش ہوا جو شب وہ بالائے بام نکلا
 ماہ تمام یارو کیا نا تمام نکلا
 تھا جن کو عاشقی میں دعویٰ پختہ مفزی
 سودا انہوں کا آخر دیکھا تو خام نکلا
 نو مید قیس پایا نا کام کوہ کن کو
 اس عشق فتنہ گر سے وہ کس کا کام نکلا
 کبھی اسکی جو میں جتانے لگا
 مجھے سیدھیال وہ سنانے لگا
 تحمل نہ تھا جس کو تک سو وہ میں
 ستم کیسے کیسے اٹھانے لگا
 پریشان ہیں اس وقت میں نیک و بد
 موا جو کوئی وہ ٹھکانے لگا
 کہتے نہ تھے میر مت کڑھا کر
 دل ہو نہ گیا گداز تیرا
 آنسو میرے آنکھوں میں ہر دم جو نہ آجاتا
 تو کام مرا اچھا پر دے میں چلا جاتا
 صد شکر کہ داغ دل افسردہ ہو اور نہ

آنکھ دشمن کھل گئی سو ہاتھ مل کر رہ گیا
 ہم بھی دنیا کی طلب میں سر کے بل ہوتے کھڑے
 باری اپنے پاؤں اس رہ میں بچل کر رہ گیا
 یک ڈھیری لاکھ کی تھی صبح جائے میر پر
 برسوں سے جلتا تھا شاید رات جل کر رہ گیا
 طریق خوب ہے آپس میں آشنائی کا
 نہ پیش آوے اگر مر حلہ جدائی کا
 پڑھتا تھا میں تو سبھ لئے ہاتھ میں درود
 صلواتیں مجھ کو آکے وہ ناحق سنا گیا
 رکھتا نشان قبر کا میرے نہ خوش کیا
 آیا سو اور خاک میں مجھ کو ملا گیا
 کیا پوچھتے ہو داغ کیا مرگ میر نے
 مر کر وہ سینہ سوختہ چھاتی جلا گیا
 روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات
 اب یہی روزگار ہے اپنا
 کچھ نہیں ہم مثال عنقا لیک
 شہر شہر اشتہار ہے اپنا
 جس کو تم آسمان کہتے ہو
 سو دلوں کا غبار ہے اپنا

یہ شعلہ بھڑکتا تو گھر بار جلا جاتا
 کہتے تو ہو کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
 یہ کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا
 صحبت سگ و آہو کی یک عمر رہی باہم
 وہ بھاگتا مجھ سے تو میں اس سے لگا جاتا
 گر عشق نہیں ہے تو یہ کیا ہے بھلا مجھ کو
 جی خود خود اے ہمد کا ہی کو کھپا جاتا
 تکلیف نہ کی ہم نے اس وحشی کو مرنے کی
 تھا میر تو ایسا بھی دل جی سے اٹھا جاتا
 جو کچھ نظر پڑی ہے حقیقت میں کچھ نہیں
 عالم میں خوب دیکھو تو عالم ہے خواب کا
 دریا دلی جنھیں ہی نہیں ہوتی کاسہ لیں
 دیکھا ہے بازگون ہی پیالہ حباب کا
 مجنوں میں اور مجھ میں کرے کیوں نہ فرق عشق
 چھتا نہیں مزا تو جلے سے کباب کا
 لایق تھا رہنے ہی کے مصراع قد یار
 میں معتقد ہوں میر ترے انتخاب کا
 کیا کوئی گذر کوئی محبت میں ہنسی ہے کھیل ہے
 پاؤں رکھا جس نے ٹک ادھر پھر اسکا سر گیا

کیا کوئی زیر فلک اونچا کرے فرق غرور
 ایک پتھر حادثے کا آگاہ سر چڑ گیا
 سخت ہم کو میر کے مر جانے کا افسوس ہے
 تم نے دل پتھر کیا وہ جان سے آخر گیا
 تشویش سے اب خالی کس دن ہے مزاج اپنا
 اس دل کی خلش نے بھی کیا آہ خلل ڈالا
 مجھ مست کو کیا نسبت اے میر مسایل سے
 منہ شیخ کا مسجد میں میں رک کے مسل ڈالا
 کیا بے شرکی زندگی کے شیخ شہر نے
 بناش بھی وہی تھا وہی مردہ شورہا
 بندہ رات آنسو کا کچھ تار سا
 ہوا اے رحمت گنہگار سا
 کوئی سادہ ہے اسکو سادہ کہے
 لگے ہے ہمیں تو وہ عیار سا
 محبت ہے یا کوئی جی کا ہے روگ
 سدا میں تو رہتا ہوں بیمار سا
 نہیں میر متانہ صحبت کا باب
 مصاحب کرو کوئی ہشیر سا

سینکڑوں بیسوں کا جان گیا
 پر یہ تیرا نہ امتحان گیا
 کل میں کہا وہ طور کا شعلہ کہاں گرا
 دل نے جگر کے اور اشارت کے یاں گرا
 سینے میں شوق میر کے سب درد ہو گیا
 دل پر رکھا تھا ہاتھ سو منہ زرد ہو گیا
 کچھ زرد زرد چہرہ کچھ لاغری بدن میں
 کیا عشق میں ہوا ہے اے میر حال تیرا
 ہمارے دیکھتے زیر نگین تھا ملک سب جن کو
 کوئی اب نام بھی لیتا نہیں ان ملک گیروں کا
 ہر چند شعر میر کا دل معتقد نہ تھا
 پر اس غزل کو ہم نے بھی سنکر لکھا رکھا
 میں جوانی میں مئے پر ست رہا
 گردن شیشے ہی میں دست رہا
 ہاتھ کھینچا سو پیر ہو کر جب
 تب گنہ کرنے کا نہ دست رہا
 میر کے ہوش کے ہیں ہم عاشق
 فصل گل جب تلک تھی مست رہا

چمن بھی تیرا عاشق زار تھا
 گل سرخ ایک زرد رخسار تھا
 گئی نیند شیوں سے بلبلی کی رات
 کہیں دل ہمارا گرفتار تھا
 قد یار کے آگے سرو چمن
 کھڑا درد جیسے گنہ گار تھا
 یہی جنس دل کی گرا نقدر تھی
 ولے جب تلک تو خریدار تھا
 بہت روئے ہم شبنم و گل کو دیکھ
 کہ چسپان ہمیں بھی کہیں پیار تھا
 گیا میر یاں کروگے جو یار
 کہو گے کہ مسکین عجب یار تھا
 اندوہ و غم کی جوش سے دل رک کے خون ہوا
 اب کے مجھے بہار سے آگے جنون ہوا
 ردیف الف منتخب از دیوان سیوم میر پنجاب و دو اشعار۔

مرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا
 خاک نا چیز تھا میں سو مجھے انسان کیا
 مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے

مازا تو ان نے لیکن احسان کر کے مارا
 کہنے لگا کہ شب کو میرے تئیں نشا تھا
 مستانہ میرے کو میں کیا جان کر کے مارا
 گیا حسنِ خوبانِ بد راہ کا
 ہمیشہ رہے نام اللہ کا
 پشیمان ہوا دوستی کر کے میں
 بہت مجھ کو ارمان تھا چاہ کا
 اسیری کا دیتا ہے مژدہ مجھے
 مرا زمرہ گاہ و بیگاہ کا
 رہوں جا کے مرے حضرت یار میں
 یہی قصد ہے بندہ در گاہ کا
 عدم کو نہیں مل کے جاتے ہیں لوگ
 غم اس راہ میں کیا ہے ہمراہ کا
 نظر خواب میں اسکے منہ پر پڑی
 بہت خوب ہے دیکھنا ماہ کا
 چشم سے خون ہزار نکلے گا
 کوئی دل کا بخار نکلے گا
 آنڈھیوں سے سیاہ ہوگا چرخ

درد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان کیا
 میرا ہی مقلد عمل تھا
 مجنوں کے دماغ میں خلل تھا
 باتیں ہماری سارے بیڈھیچیاں ہیں دعی ہے
 بوڑھے ہوئے پہ ہم کو اب تک نہ ڈھنگ آیا
 بشرے کی اپنی رونق اے میر عارضی ہے
 جب دل کو خون کیا تو چہرے پہ رنگ آیا
 جاننا باطل کسو کو یہ قصور فہم ہے
 حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہے یاں باطل ہے کیا
 مرثیہ میرے بھی دل کا رقب آور ہے بلا
 محتشم کو میر میں کیا جانوں اور مقبل ہے کیا
 ان دلبروں سے رابطہ کرنا ہے کام کیا
 کر ایک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا
 شکرِ خدا کے سر نہ فرو لائے ہم کہیں
 کیا جانیں سجدہ کہتے ہیں کس کو سلام کیا
 تسبیح تک تو میر نے رکھا کلال کے
 وقت نماز اب بھی ہوئے تھی امام کیا
 پہلے گلے لگایا پھر دستِ جور اٹھایا

ہم ہوے وہ میر سب وہ ہم ہوا
 ہجر کے ایک آن میں دل کا ٹھکانا ہو گیا
 ہر زمان ملتے تھے باہم سو زمانہ ہو گیا
 واں تعلق ہی تجھے کرتے گئے شام و سحر
 یاں تیرے مشتاق کا مرنا بہانہ ہو گیا
 شیب میں بھی ہے لباس جسم کا ظاہر قماش
 پر اسے اب چھوڑیے جامہ پرانا ہو گیا
 رہنے کے قابل تو ہر گز تھی نہ یہ عبرت سرائے
 اتفاقاً اس طرف اپنا بھی آنا ہو گیا
 کل مکمل بے تاب دل سے آجکل کے کچھ نہیں
 میں تو اس غمگش کو بیکل ہی سدا پاتا رہا
 ہو گئے ہم مستحب کے بے شعوری سے اسیر
 شیخ میں کچھ ہوش تھا میخانے سے جاتا رہا
 میر دیوانہ ہی اچھا بات کیا سمجھے میری
 یوں تو مجھ سے جب ملا میں اسکو سمجھاتا رہا
 عجب دن میر تھے دیوانگی میں دشت گردی کے
 سر اوپر سایہ گستر ہوتی تھی کیکر جہاں میں تھا
 کبھو وہ تو جب ادھر کر رہیگا

دل کا تب کچھ غبار نکلے گا
 تھا جسم کا ترک اولی ایام میں پیری کے
 جاتا تھا چلا ہر جامہ بھی پرانا تھا
 ایک محو تماشا ہیں یک گرم ہیں قصے کے
 یاں آج جو کچھ دیکھا سو کل وہ فسانہ تھا
 کتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسو کا منہ
 کل میر کھڑا تھا یاں سچ ہے کہ دیوانہ تھا
 کب اور غزل کتا میں اس زمین میں لیکن
 پردے میں مجھے اپنا احوال سنانا تھا
 سینہ کو لی ہے طیش سے غم ہوا
 دل کے جانے کا بڑا ماتم ہوا
 کیا لکھوں رویا جو لکھتے جون قلم
 سب میرے نامے کا کا غذ نم ہوا
 آگیا یوں ہی خراماں وہ تو پھر
 حشر کا ہنگامہ ہی برہم ہوا
 در ہی سے برہمی سے دیکھیوں
 دونو عالم کا عجب عالم ہوا
 جسم خاکی کا جہاں پردہ اٹھا

ہمیں عشق ہے تو اثر کر رہیگا
 ہمارا ہی احوال حیرت کی جاگہ
 جو دیکھ گیا وہ بھی نظر کر رہیگا
 نہیں اس طرف میرے جانے سے رہتا
 رہیگا تو ادھر ہی مر کر رہے گا
 میرے کو کتنے دنوں سے رہتی تھی بے طاقتی
 رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا
 کیا تم کو پیار سے وہ اے میرے منہ لگا دے
 پہلے ہی چومے تم تو کاٹے ہو گال اسکا
 زار رکھا بے حال رکھا بے تاب رکھا بیمار رکھا
 حال رکھا تھا کچھ بھی ہم نے عشق نے آخر مار رکھا
 عشق ہی ہم میں تصرف کیسے کیسے کرتا ہے
 دل کو چاک جگر کو زخمی آنکھوں کو خونبار رکھا
 کیا پوچھو ہو دین کے اکابر فاضل کامل صابریج
 عزت والے کیا لوگوں کو گلیوں میں ان نے خوار رکھا
 کام اسے ایک طور پہ لیتے بے طور اسکو ہونے نہ دے
 حیف ہے میرے سپردوں نے ہم سے اسکو نہ یار رکھا
 کیا میرے دل شکستہ بھی وحشی مثال تھا

دنبالہ گرد چشم سیاہ غزال تھا
 آخر کو خواب مرگ ہمیں جا سے لے گئی
 جی دینے تک بھی سر میں اسی کا خیال تھا
 میں جو کہا کہ دل کو تو تم نے ہر ادیا
 بولا کہ ذوق اپنا ہمارا ہی مال تھا
 کیا میرے روزگار کے اہل سخن کی بات
 ہر ناقص اپنے زعم میں صاحب کمال تھا
 کہتے تھے ہم تباہ ہے اب حال میرے کا
 دیکھا نہ تم نے اسمیں بھلا کچھ بھی حال تھا
 احوال نہ پوچھو کچھ ہم ظلم رسیدوں کا
 کیا حال محبت کے آزار کشیدوں کا
 ردیف الالف منتخب از دیوان چہارم میر شمس و پنج اشعار۔

کرتا ہوں اللہ اللہ درویش ہوں سدا کا
 سرمایہ تو کل یاں نام ہے خدا کا
 میں نے نکل جنوں سے مشق قلندر کی
 زنجیر سر ہوا ہے تھا سلسلہ جو پا کا
 یارب ہمارے جانب یہ تنگ کیوں ہے ماید
 جی ہی سے مارتے ہیں جو نام لیں وفا کا

حقیقت نہ میری اپنی سمجھی گئی
 شب و روز ہم نے تامل کیا
 مستانہ اگر چہ میں طاعت کو لگا جاتا
 پر بعد نماز اٹھکر میخانے چلا جاتا
 کیا شوق کی باتوں کی تحریر ہوئی مشکل
 تھے جمع قلم کاغذ پر کچھ نہ لکھا جاتا
 تھا میری بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کے
 ہم سلسلہ داروکی زنجیر ہلا جاتا
 گو پیکسی سے عشق کے آتش میں جل بچھا
 میں جون چراغ گور اکیلا جلا گیا
 آیا نہ اس طرف سے جواب ایک حرف کا
 ہر روز خط شوق ادھر سے چلا گیا
 بد حال ٹھنڈی سانسیں بھر اکب تک کرے
 سر گرم مرگ میری ہوا تو بھلا کیا
 در پر سے تیرے اب کے جاؤنگا تو جاؤنگا
 یاں پھر اگر آؤنگا سید نہ کہاؤں گا
 یہ نذر بدی ہی میں کعبے سے جو اٹھتا ہو
 بت خانہ میں جاؤنگا زنا بند ہاؤں گا

کیا فقر میں گذر ہو چشم طمع سینے بن
 ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا
 واجب کا ہو نا ممکن مصدر صفت ثنا کا
 قدرت سے اسکے لب پر نام آوے ہے خدا کا
 گل پھول فصل گل میں صدرنگ ہیں شگفتہ
 میں دل زدہ ہوں اب کے رنگینی ہوا کا
 واعظ کہے سو سچ ہے ولی میفروش سے
 ہم ذکر بھی سنا نہیں صوم و صلوات کا
 عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے
 کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا
 گر یار میری اہل ہے تو کام سہل ہے
 اندیشہ تجھ کو یو نہیں ہے اپنی نجات کا
 تجاہل تغافل تامل کیا
 ہوا کام مشکل تو کل کیا
 نہیں تاب لاتا دل زار اب
 بہت ہم نے صبر و تحمل کیا
 نہ سوز دوروں فصل گل میں چھپا
 سر و سینے سے داغ نے گل کیا

سراب لگے جھکا نے بہت خاک کی طرف
 شاید کہ میر جی کا دماغی خلل گیا
 ہم سے تو جز مرگ کچھ تدبیر بن آتی نہیں
 تم کہو کیا تم نے درد عشق کا در مان کیا
 داخل دیوانگی ہی تھی ہماری عاشقی
 یعنی اس سودے میں ہم نے جان کا نقصان کیا
 شکر کیا اسکی کریمی کا ادا بندے سے ہو
 ایسی ایک نا چیز مشمت خاک کو انسان کیا
 لکھنو و دلی سے آیا بان بھی رہتا ہے اداس
 میر کو سرگشتگی نے بیدل و حیران کیا
 چشم و فاخوان زمانے سے سادہ ہو رکھے میر
 قصہ ہے مشہور زمانہ پہلے دونو بھائی کا
 گیا عشق سو پھر مجھے غم رہا
 مثرہ نم رہیں حال درہم رہا
 ضعیف و قوی دونو رہتے نہیں
 نہ یان زال ٹھرا نہ رستم رہا
 مئے گیا مدینے گیا کر بلا گیا
 جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آگیا

گر میر ہوں چپکا سا پر طرفہ نہرور ہوں
 بجڑے گا نہ ٹک وہ تو سو باتیں سناؤنگا
 دیوانگی میں مجنوں میرے حضور کیا تھا
 لڑکا سا ان دنوں تھا اسکوں شعور کیا تھا
 غم قرب بعد کا تھا جب تک نہ ہم نے جانا
 اب مرتبہ جو سمجھے وہ اتنا دور کیا تھا
 مرنا تھا جس کے خاطر اسکی طرف نہ دیکھا
 میر رستم رسیدہ ظالم غیور کیا تھا
 جستجو میں یہ تعب کھینچے کہ آخر ہو گئے
 ہم تو کھوئے بھی گئے لیکن نہ کچھ پایا گیا
 ہم مست عشق جس کے تھے وہ روٹھ کر گیا
 دیکھ اسکو بے دماغ نشہ سب اتر گیا
 کہتے ہیں میر کعبے گیا ترک عشق کر
 راہ دل شکستہ کدھر وہ کدھر گیا
 شاید جگر حرارت عشقی سے جل گیا
 کل درد دل کہا سو مرا منہ ابل گیا
 چلنے لگے راہ طلب پر ہزار شکر
 پہلے قدم ہر پاؤں ہمارا چل گیا

رسم اٹھ گئی دنیا سے یکبار مروت کی
 کیا لوگ زمیں پر ہیں کیا یہ سماں آیا
 جگر خون گیا چشمِ خمِ کر گیا
 گیا دل سو ہم پر ستم کر گیا
 ان آنکھوں کو زگس لکھا تھا کہیں
 مرے ہاتھ دونو قلم کر گیا
 شب یک شعلہ دل سے ہوا تھا بلند
 تن زار میرا بھسم کر گیا
 میری مزرع زرد پر شکر ہے
 کل ایک ابر آیا کرم کر گیا
 نہ یک بار وعدہ وفا کر سکا
 بہت بار قول و قسم کر گیا
 فقیری میں تھا شیب بار گران
 قدِ راست کو اپنے خم کر گیا
 یاری کئی کسو کا کا ہیجو نام نکلا
 نا کام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا
 ہنگامے سے جہاں میں ہم نے جنوں کیا ہے
 ہم جس طرف سے نکلے ساتھ اژدہا نکلا

دیکھا ہو کچھ اس آمدوشد میں تو میں کہوں
 خود گم ہوا ہوں بات کے نہ اب جو پا گیا
 کچھ نہ میں سمجھا جنون و عشق میں
 دیرِ ناصح مجھ کو سمجھا تا رہا
 کیسے کیسے رک گئے ہیں میرے ہم
 مدتوں منہ تک جگر آتا رہا
 کون لیتا تھا نامِ مجنوں کا
 جب کہ عمدہ جنون ہمارا تھا
 کوہِ فرہاد سے کہیں آگے
 سرِ مرا اور سنگِ خارا تھا
 موسمِ گل میں ہم نہ چھوٹے حیف
 گشتِ دید تھا نظارہ تھا
 خوب کیا جواہلِ کرم کے جود کا کچھ نہ خیال کیا
 ہم جو فقیر ہوئے تو ہم نے پہلے ترکِ سوال کیا
 ہم کوئی مغان میں تھے ماہِ رمضان آیا
 صد شکر کہ مستی میں جانا نہ کہاں آیا
 گو قدرِ محبت میں تھی سہل میری لیکن
 سستا جو بکا میں تو مجھ کو بھی گراں آیا

مستجمع جمیع صفات و کمال کا
 اور اک کو ہے ذات مقدس میں دخل کیا
 ادھر نہیں گذر گمان و خیال کا
 حیرت سے عارفوں کو نہیں راہ معرفت
 حال اور کچھ ہے یاں انہوں کے حال و حال کا
 ہے قسمت زمین و فلک سے غرض نمود
 جلوہ و گر نہ سب میں ہے اسکے جمال کا
 مرنے کا بھی خیال رہے میرا اگر تجھے
 ہے اشتیاق جان جہاں کے وصال کا
 ہے حرف خامہ دل زدہ حسن قبول کا
 یعنی خیال سر میں ہے لغت رسول کا
 رہ پیروی میں اسکے کہ جام تخت میں
 ظاہر اثر ہے مقصد دل کے وصال کا
 وہ مقتداے خلق جہاں اب نہیں ہوا
 پہلے ہی تھا امام نفوس و عقول کا
 سرمہ کیا ہے وضعیے چشم اہل قدس
 احمد کے رہگذار کے خاک اور دھول کا
 ہے متحد نبی و علی و وصی کی ذات

جانا تھا ہم نے تجھ کو تو پختہ مغز ہوگا
 دیکھا تو میرا تیرا سودا بھی خام نکلا
 نے ہم سے کچھ نے اس ستم ایجاد سے ہوا
 ظلم صریح عشق کی امداد سے ہوا
 شیرین کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان دین
 جو کچھ ہوا سو خواہش فرہاد سے ہوا
 خوش زمرہ طور ہی ہوتے ہیں میرا میر
 ہم پر ستم یہ صبح کی فریاد سے ہوا
 زار کیا بیمار کیا اس دل نے کیا آزار کیا
 داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھوں کو خونبار کیا
 پیش گئے کب پیش زمانہ طبع خش ہر ناکس کے
 ریک گردش میں سپہ نے جیسے سطح زمین ہموار کیا
 چاہا ہم نے کیا کیا تھا پر اپنا چاہا کچھ نہ ہوا
 عزلت کھوئی ذلت کھینچی عشق نے خوار و زار کیا
 پیری میں بے دنداں ہو بیٹھے پر افسوس یہ ہمکو رہا
 دانت تمہارے منہ میں کئے ہیں اس مغرور نے یوں نہ کما
 ردیف الالف منتخب از دیوان پنجم میر ہشتاد و دو اشعار۔
 دل رفتہ جمال ہے اس ذوالجلال کا

عشق کیا نا کام رہا آخر کو کام تمام کیا
 میرے جوان نے منہ کو ادھر کر ہم سے کوئی بات کہی
 لطف کیا احسان کیا انعام کیا اکرام کیا
 عشق ہو حیوان کا یا انس ہو انسان کا
 عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گئے آرام گیا
 جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا
 لاگ جس کی جس سے ہو دشمن ہے اپنی جان کا
 عشق گیا سو دین گیا ایمان گیا اسلام گیا
 دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے میں نا کام گیا
 آیا یاں سے جانا ہے تو جی جا چھپانا کیا حاصل
 آج گیا یا کل جاویگا صبح گیا یا شام گیا
 ہائے جوانی کیا کیا کہئے شور سروں میں رکھتی تھی
 اب گیا وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا
 گالی جھڑکے حشمت و خشونت یہ تو سر دست اکثر ہیں
 لطف گیا ، احسان گیا ، انعام گیا ، اکرام گیا
 لکھنا کہنا ترک ہوا تھا آپس میں تو مدت سے
 اب جو قرار کیا ہے دل سے خط بھی گیا پیغام گیا
 وصل میں رنگ اڑ گیا میرا

یاں حرف معتبر نہیں ہر بو الفضول کا
 دھو منہ ہزار پانی سے سو بار پڑھ درود
 تب نام لے تو اس چمنستان کے پھول کا
 حاصل ہے میرے دوستی اہل بیت اگر
 تو غم ہے کیا نجات کے اپنے حصول کا
 رسوائی شہر ہے یاں حرف و سخن ہمارا
 کیا خاک میں ملا ہے افسوس فن ہمارا
 ہر ایک کام موقوف ہے وقت پر ہی
 دل خون شدہ بھی جگر کر رہیگا
 نہ ہو گو خبر مرد ماں حال بد سے
 مرا نالہ سب کو خبر کر رہیگا
 سخن مشتاق ہے عالم ہمارا
 غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا
 رہے ہم عالم مستی میں اکثر
 رہا کچھ اور ہی عالم ہمارا
 رکھے رہتے ہیں دل پر ہاتھ اے میرے
 یہیں شاید کہ ہے سبب غم ہمارا
 کیا پوچھو ہو کیا کہئے میاں دل بھی کیا کام کیا

ڈھونڈھا نشان تربت پاتے نہیں ہمارا
 آج ہمارا دل تڑپے ہے کوئی ادھر سے آویگا
 یا کہ نوشتہ ان ہاتھوں کا قاصد ہم تک لاویگا
 خاک میں مل کے میرے ہم سمجھے
 بے ادائیگی تھی آسمان کی ادا
 رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا
 چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
 شیخ حرم سے لڑکے چلا ہوں اب کعبے میں نہ آؤنگا
 تابت خانہ ہر قدم اوپر سجدہ کرتا جاؤں گا
 طائف رستہ کعبے کا جو کوئی مجھ سے پوچھے گا
 جانب دیر اشارت کر میں راہ ادھر کی بھلاؤنگا
 بیدین اب جو ہوا سو ہوا ہوں طوف حرم سے کیا مجھ کو
 غیر از سوی صنم خانہ میں رو نہ ادھر کو لاؤنگا
 آگے مسافر میرے عرب میں اور عجم میں کہتے ہیں
 اب شہروں میں ہندوستان کے کافر میرے کھاؤنگا
 ایسا پلیدہ آلودہ دینا نہ خلق نے آگے ہوا ہوگا
 شیخ شہر موم ہے کہتے ہیں شہر خدا نے پاک کیا
 بعد ہمارے اس فن کا جو کوئی ماہر ہوویگا

کیا جدائی کو منہ دکھاؤں گا
 چھانتا ہوں کیسے گلی کی خاک
 دل کو اپنے کبھو تو پاؤں گا
 ہر جا پھرا غبار ہمارا اڑا ہوا
 تیری گلی میں لائی صبا تو ججا ہوا
 آہ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی
 آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا
 دی میرا اثر جو شورش دل میں تھی میں کہاں
 نالئے کئے جس نے بہت سے تو کیا ہوا
 پہلو سے اٹھ گیا ہے وہ نازنین ہمارا
 جز درد اب نہیں ہے پہلو نشین ہمارا
 کیسا کیا جگر خون آزار کیسے کھینچے
 آسان نہیں ہوا دل اندوہگین ہمارا
 حرف و سخن تھی اپنی یاد داستاں جہاں میں
 مذکور بھی نہیں ہے یا اب کہیں ہمارا
 کیا رائیگاں بتوں کو دیکر ہوئے ہیں کافر
 ارث پدر جو اب تھا یہ کہنہ دین ہمارا
 کیا خاک میں ملایا ہم سپہر دون نے

مجنوں مجنوں لوگ کہے ہیں مجنوں کیا ہم سا ہو گا
 دیدہ تر کو سمجھ کر اپنا ہم نے کیا کیا حفاظت کی
 آہ نہ جانا روتے روتے یہ چشمہ دریا ہو گا
 دل کی لاگ کہیں جو ہو تو میر چھپائے اسکو رکھ
 یعنی عشق ہوا ظاہر تو لوگوں میں رسوا ہو گا
 اب یاں سے ہم اٹھ جاوینگے خلق خدا ملک خدا
 ہر گز نہ ادھر آئیے ، خلق خدا ملک خدا
 مطلب اگر یہاں گم ہوا اندیشے کی جاگہ نہیں
 جا کر کہیں کچھ پائیے خلق خدا ملک خدا
 دل میں نہ جانے یہ کوئی ہم کھانے کو دین ہیں انھیں
 جو ہے مقدر کھائیے خلق خدا ملک خدا
 گو لکھنو ویران ہوا ہم اور آبادی میں جا
 مقوم اپنا لائیے خلق خدا ملک خدا
 اس بستی سے اٹھ جائیگی درویشوں کی کیا مشورت
 وے بھی یہی فرمائیے خلق خدا ملک خدا
 تو میر ہو دیگا جہاں امر قضا کے تابعان
 روزی تجھے پہنچائیے خلق خدا ملک خدا
 ایک اللہ کا بہت ہے نام

درد آگین انداز کے باتیں اکثر پڑھ پڑھ روئیگا
 چشم تماشا وا ہودے تو دیکھا بھالی نینیت ہے
 مت موندے آنکھوں کو غافل دیر تلگ پھر سوویگا
 جستجو بھی اسکی کرے جسکا نشان کچھ پیدا ہو
 پانا اسکا میر ہے مشکل کی تو یو نہیں کھودیگا
 میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کتنے طیب
 آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا
 میر افسردہ دل چمن میں پھرا
 غنچہ دل کہیں نہ اسکا کھلا
 برسوں تنین جہاں میں کیوں رہا ہے خضر
 میں چار دن میں جینے سے بیزار ہو گیا
 کیا متقی تھا میر پر آئین عشق میں
 مجرم سناشت و خون کا سزاوار ہو گیا
 میر نہ اپنے درد دل کو مجھ سے کہا کر روز شب
 صبح جو گوش دل سے سنا تھا دل میں میرے درد ہوا
 خاک سے آدم کر دکھلایا یہ منت کیا تھوڑی ہے
 اب سر خاک بھی ہو جائے تو سر سے کیا احسان گیا
 دل تڑپے ہے جان کہے ہے حال جگر کا کیا ہو گا

اتفاقاً اپنا آنا ہو گیا
 رفتہ رفتہ اس پری کے عشق میں
 میر سا دانا دیوانہ ہو گیا
 بہت کی جستجو اسکی نہ پایا
 ہمیں در پیش ہے اب جی کا کھونا
 جگر کے زخم شاید ہیں نمک بند
 مزا کچھ آنسوؤں کا ہے سلونا
 وصیت میر نے مجھ کو یہی کی
 کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہ ہونا
 طرفہ خیال کیا کرتا تھا عشق و جنوں میں روز و شب
 روتے روتے ہنسنے لگا یہ میر عجب دیوانہ تھا
 ناخن سے بو الہوس کا گلا بو نہیں چھل گیا
 لو ہو لگا کے وہ بھی شہیدوں میں مل گیا
 کیا شہر خوش عمارت دل سے ہے لنگو
 لشکر نے غم کے آن کے مارا چلا گیا
 روتے کڑھتے خاک میں ملتے جیتے رہے ہم دنیا میں
 دس دن اپنی عمر کے گویا عشرہ تھا یہ محرم کا
 ردیف الالف منتخب از دیوان ششم میر چہل اشعار -

جمع باطل ہوں سو الہ تو کیا
 میر کیا ہے فقیر مستغنی ،،،،،
 آوے اس پاس بادشاہ تو کیا
 بیتابیوں کے جور سے میں جب کہ مر گیا
 ہو کر فقیر صبر میری گور پر گیا
 اے آہ سرد عرصہ محشر میں تیج جما
 جلتا ہوں میں سنو کہ جہنم ٹھٹھر گیا
 مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا
 ہجران میں اسکے جی بھی گیا اور زر گیا
 دل گیا مفت اور دکھ پایا
 ہو کے عاشق بہت میں پچتایا
 مر گئے پر بھی سنگسار کیا
 نخل ماتم میرا یہ پھل لایا
 یہ شب ہجر ہے کھڑی نہ رہے
 ہو سفیدی کا جس جگہ سایا
 بات کہتے جی کا جانا ہو گیا
 مرنا عاشق بہت میں پچتایا
 جاے بودن تو نہ تھی دنیا سے دون

کیا لکھوں مشکل ہوئی تحریر حال
 خط کا کاغذ رونے سے نم ہو گیا
 باغ جیسے راغ وحشت گاہ ہے
 یاں سے شاید گل کا موسم ہو گیا
 کیا نماز ہے میرے اس اوقات کی
 جب کہ قد محراب سا خم ہو گیا
 وہ دیکھنے ہمیں ٹک بیماری میں نہ آیا
 سو بار آنکھیں کھولیں بالیں سے سر اٹھایا
 میں رنج عشق کھینچے بہت ناتواں ہوا
 مرنا تمام ہو نہ سکا نیم جان ہوا
 شاید کہ دل تڑپنے سے زخم دروں پھٹا
 خونناں میرے آنکھوں سے منہ پر روان ہوا
 غیر از خدا کی ذات مرے گھر میں کچھ نہیں
 یعنی کہ اب مکان میرا لا مکان ہوا
 گردش نے آسمان کی عجائب کیا سلوک
 پیر کبیر جب میں ہوا وہ جواں ہوا
 مرغ چمن کی نالہ کشی کچھ خنک سی تھی
 میں آگ دی چمن کو جو گرم فغان ہوا

فلک نے پیس کر سرمہ بنایا
 نظر میں اسکے میں تو بھی نہ آیا
 زمانے میں میرے شور جنون نے
 قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا
 نہ اٹھا لطف کچھ جوانی کا
 کم بہت موسم شباب رہا
 کا روان ہائے صبح ہوتے گیا
 میں ستم دیدہ محو خواب رہا
 معالج کی نہیں تقصیر ہر گز
 مرض ہر عاشقی کا لا دوا تھا
 صنم خانے سے اٹھ کعبے گئے ہم
 کوئی آخر ہمارا بھی خدا تھا
 کوئی عنقا سے پوچھے نام تیرا
 کہاں تھا جب کہ میں رسوا ہوا تھا
 سوز دروں سے مجھ پہ ستم بر ملا ہوا
 ٹکڑا جگر کا آنکھوں سے نکلا جلا ہوا
 کیا اور لیکھنے کیسی مجالت مجھے ہوئی
 سر کو جھکائے آیا جو قاصد چلا ہوا

کہتے ہیں میر سے کہیں اوباش لڑ گئے
 ہنگامہ ان سے ایسا الٹی کہاں ہوا
 جب رفتی کو عشق کا آزار ہو گیا
 دو چار دن میں برسوں کا بیمار ہو گیا
 حیرت زدہ میں عشق کے کاموں کا یار کے
 دروازہ پر کھڑے کھڑے دیوار ہو گیا
 پہلے فگار سینے کے اطراف درد سے
 کوچے ہر ایک زخم کا بازار ہو گیا
 بازار میں جیاں کے ہے حسن کیا متاع
 سو جنے جنے دیکھا خریدار ہو گیا
 گردش نے آسمان کی عجیب کیا سلوک
 پیر کبیر جب میں ہوا وہ جوان ہوا
 مرغ چمن کی نالہ کشی کچھ خنک سی تھی
 میں آگ دی چمن کو جو گرم فغان ہوا
 کہتے ہیں میر سے کہیں اوباش لڑ گئے
 ہنگامہ ان سے ایسا الٹی کہاں ہوا
 جب رفتی کو عشق کا آزار ہو گیا
 دو چار دن میں برسوں کا بیمار ہو گیا

حیرت زدہ میں عشق کے کاموں کا یار کے
 دروازہ پر کھڑے کھڑے دیوار ہو گیا
 پہلے فگار سینے کے اطراف درد سے
 کوچے ہر ایک زخم کا بازار ہو گیا
 بازار میں جہاں کے ہے حسن کیا متاع
 سو جنے جنے دیکھا خریدار ہو گیا
 دل لے کے میری جان کا دشمن ہو اندان
 جس بے وفا سے اپنے تئیں پیار ہو گیا
 جی ہے جہاں قیامت درد الم رہا وان
 بیمار عاشقی میں شب صبح تک کڑا ہا
 کرنا وفا نہیں ہے آسان عاشقی میں
 پتھر کیا جگر کو تب چاہ کو نبھایا
 یا مرتضیٰ علیؑ ہے تیرا گداں دریہ
 کر حال میر پر بھی ننگ التفات شہا
 چلنا ہوا تو قافلہ روز گار سے
 میں جوں صدا جس کے اکیلا جدا گیا
 بادل گرج گرج کے سناتا ہے یعنی یان
 نوبت سے اپنی ہر کوئی نوبت بجا گیا

میں ہوں خاک افتادہ جس آزار کا
 عشق بھی اسکا ہے نام یک پیار کا
 قدر جانو کچھ ہماری ورنہ پچھتاؤ گے تم
 پھر نہیں ملیگا تم کو کوئی ہم سا آشنا
 باغ کو بے لالہ و گل دیکھتے تھے طیور
 جھڑ گئے پت جھڑ میں اب کے ہائے کیا کیا آشنا
 اب جو ہاتھ آئے ہیں ہم مست مہو دیبو ہمیں
 پھر نہ ہو گا تم کو ایسا کوئی پیدا آشنا
 جہاں کا دریاے سیکراں تو سراب پایاں کا نکلا
 جو لوگ تہ سے کچھ آشنا تھے انہوں نے لب تر کیا نہ اپنا
 جو قافلے گئے تھے انہوں کی اٹھی بھی گرد
 کیا جانے غبار ہمارا کہاں رہا
 ہے جہاں تو جہاں ہے مشہور ہے مثل
 کیا ہے گئے یہ جان کے گو پھر جہاں رہا
 سخن مشتاق ہے عالم ہمارا
 بہت عالم کرے گا ہم ہمارا
 پڑھیے شعر رو رو لوگ بیٹھے
 رہیگا دیر تک ماتم ہمارا

ردیف البانتخب از دیوان اول میر دو ۲ بیت۔

قدرت کو دیکھ عشق کی مجھ سے ضیعت کو
 رکھتا ہے شاد بے خور و بیخواب روز و شب
 گذرا کسی جہاں میں خوشی سے تمام روز
 کس کی کئی زمانے میں بے غم تمام شب
 ردیف البانتخب از دیوان دوم میر پنج شعر

داغ ہوں جلتا ہے دل بے طور اب
 دیکھئے کیا گل کھلے ہے اور اب
 شعر پڑھتے پھرتے ہیں سب میر کے
 اس قلمرو میں ہے ان کا دور اب
 برسوں ہوئے گئے اسی پر بھولتا نہیں
 یادش خیر میر رہے خوش جہاں ہے اب
 جیسا مزاج آگے تھا میرا سو کب ہے اب
 ہر روز دل کو سوز ہے ہر شب تعب ہے اب
 جاتا ہوں دن کو ملنے تو کتا ہے دن کو میر
 جو شب کو جائے تو کہے ہے کہ شب ہے اب
 ردیف البانتخب از دیوان سیوم میر دہ ۱۰ اشعار۔

مسکین جہاں تھا دل زدہ مسکین کا ہم تو وہاں

کل دیر میر میر پکارے نہیں ہے اب
 بولا جو موپریشان آنکے میر صاحب
 آنا ہوا کہاں سے کہیں فقیر صاحب
 کیا فہم کیا فراست ذوق و بصر سماعت
 تاب و توان و طاقت یہ کر گئے سفر سب
 منزل کو مرگ کے تھا آخر مجھے پہنچنا
 بھیجا ہے میں نے اپنا اسباب پیشتر سب
 دنیا میں حسن و خوبی میر یک عجیب شے ہے
 اندان و پارساں جس پر رکھیں نظر سب
 شیون میں شب کے ٹوٹے زنجیر میر صاحب
 اب کیا میرے جنون کی تدبیر صاحب
 ہم سر بھرے تو وہ تیغ نہ سکتے
 اپنا گناہ اپنی تقصیر میر صاحب
 کھینچتی نہیں کہاں اب ہم سے ہوائے گل کی
 باد سحر لگے ہے جون تیر میر صاحب
 کب ہیں جوانی کے سے اشعار شور آور
 شاید کہ کچھ ہوئے ہیں اب پیر میر صاحب
 تم کس خیال میں ہو تصویر سے جو چپ ہو

کرتے ہیں لوگ کیا کیا تقریر میر صاحب
 ردیف البانتخب از دیوان چہارم میر پنج اشعار۔

بیکار بھی درکار ہیں سر کار میں صاحب
 آتے ہیں کھینچے ہم کبھو بیکار میں صاحب
 طالع سے زلیخا نے لیا مصر میں یوسف
 کب ایسا غلام آوے ہے بازار میں صاحب
 درد سر کا پھر پھر ہے اب
 زندگانی ہی درد سر ہے اب
 گفتگو انسان سے محشر میں ہے یعنی کہ میر
 سارا ہنگامہ قیامت کا میرے سر پہ ہے اب
 التفات زمانہ پر مت جا ،،،،،
 میر دیتا ہے روز گار فریب
 ردیف البانتخب از دیوان پنجم میر پنج اشعار۔

یارب کدھر گئے وے جو آدمی روش تھے
 اوجڑے دکھائی دے ہیں شہر و دہ و نگر سب
 میر اس خرابی میں کیا آباد ہو وے کوئی
 دیوار و درگرے ہیں ویران پڑے ہیں گھر سب
 عشق و جنوں کی کیا اب تدبیر ہے مناسب

کیا جانیں پھر یہاں سے گئے کب ہو ملاقات
 تنگ ہو جائیگا عرصہ خفتگان خاک پر
 گر ہمیں زیر زمین سو نپا دل نالاں سمیت
 قیس و فرہاد اور وامق عاقبت جی سے گئے
 سب کو مارا عشق نے مجھ خانمان و بران سمیت
 اٹھ گیا پردہ نصیحت گر کے لگ پڑنے سے میر
 پھاڑ ڈالا میں گریبان رات کو دامن سمیت
 پلکوں پہ تھے پارہ جگر رات
 ہم آنکھوں میں لے گئے بسر رات
 پر زلفوں میں منہ چھپا کے پو چھا
 اب ہوئیگی میر کس قدر رات
 چھٹا ہی نہیں ہو جسے آزار محبت
 مایوس ہوں میں بھی کہ ہوں بیمار محبت
 امکان نہیں جیتے جی ہوا س قید سے آزاد
 مر جاے تبھی چھوٹے گرفتار محبت
 تقصیر نہ خواہاں کی نہ جلاہ کا کچھ جرم
 تھا دشمن جانی مرا اقرار محبت

زنجیر ہے مناسب شمشیر ہے مناسب
 رحم آشنا کسو کو اس بستی میں نہ پایا
 اسلامیوں کے یاں کی تکفیر ہے مناسب
 دنیا میں کوئی پھر پھر آیا نہیں ہے صاحب
 یکبار تم کو مرنا اے میر ہے مناسب
 ردیف البانتخب از دیوان ششم میر ۳ اشعار۔

آیا ہے شیب سر پہ گیا ہے شباب اب
 کرنا جو کچھ ہو تم سو کر لو شباب اب
 سر صدقے تیرے ہونے کی خاطر بہت ہے گرم
 مارا کرے ہے شام و سحر چکر آفتاب
 اس مغل ڈادی سے نہ تھی ہر بات کی تکرار خوب
 بد زبانی بھی کی ان نے تو کہا بسیار خوب
 ردیف التانتخب از دیوان اول میر بست و دو اشعار

رو زانہ ملوں یار سے یا شب ہو ملاقات
 کیا فکر کروں میں کہ کسو ڈھب ہو ملاقات
 نے نخت کی یاری ہے نہ کچھ جذب ہے کامل
 وہ آپ ہی ملے تو ملے پھر جب ہو ملاقات
 وحشت ہے بہت میر کو مل آئی چل کر

تو بھی میری دُعا سے ملتی اجابت
 مت لے حساب طاقت اے ضعف مجھ سے ظالم
 لائق نہیں ہے تیرے یہ کونسی ہے بابت
 کیا کیا لکھا ہے میں نے وہ میر کیا کہیگا
 گم ہووے نامہ بر سے یارب میری کتابت
 ردیف التانتخب از دیوان دوم میر پنج اشعار۔

بعد میرے اس غزل پر بھی بہت رو دینکے لوگ
 میں بھی ہر ہر بیت پر اسکے بکا کرتا تھا رات
 دیکھ خالی جا کہیئے برسوں اہل روزگار
 میر اکثر دل کا قصہ یاں کہا کرتا تھا رات
 ہوتی ہے اگرچہ کہنے سے یارو پر آئی بات
 پرہم سے تو تھے نہ کبھی منھ پر آئی بات
 اب مجھ ضعیف و زارا کو مت کچھ کہا کرو
 جاتی نہیں ہے مجھ سے کسوکی اٹھانی بات
 کیا سبب ہے اب مکان پر جو کوئی پاتا نہیں
 میر صاحب آگے تو رہتے تھے اپنے گھر بہت
 ردیف التانتخب از دیوان سیوم میر نہ اشعار۔

ہر جنس کے خواباں ملے بازار جہاں میں
 لیکن نہ ملا کوئی خریدار محبت
 کچھ مست ہیں ہم دیدہ پر خون جگر سے
 آیا یہی ہے ساغر سرشار محبت
 مجھ سا ہی ہو مجنوں بھی یہ کب مانے ہے عاقل
 ہر سر نہیں اے میر سزاوار محبت
 جی میں ہے یادرخ و زلف یہ فام بہت
 رونا آتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت
 دست صیاد تلک بھی نہ میں پہنچا جیتا
 بیقراری نے لیا مجھ کو تہ دام بہت
 ایک دو چشمک ادھر گردش ساغر کہ مدام
 سر چڑھی رہتی ہے یہ گردش ایام بہت
 دل خراشی و جگر چاکی و خون افشانی
 ہوں تو نا کام پہ رہتے ہیں مجھے کام بہت
 پھر نہ آئے جو ہوئے خاک میں جا آسودہ
 غالباً زہر زمین میر ہے آرام بہت
 ہر صبح دم کروں ہوں الخاح یا انا بہت

نہ شکر و شکایت نہ حرف و دکایت
 ردیف التا منتخب از دیوان چہارم میردو اشعار۔

اب تو پیر ہی حضرت ہو کر ایک کنارے بیٹھے ہیں
 جب تھی جوانی تب تو ہم بھی جاتے تھے درگاہ بہت
 کیا گذری ہے جی پر تمہارے ہم سے تو کچھ میر کو
 آنے لگی ہے درد و الم سے صاحب لب پر آہ بہت
 ردیف التا منتخب از دیوان پنجم میر ہفت اشعار۔
 کافر و مسلم دونو ہوئے پر نسبت اس سے کچھ نہ ہوئی
 بہت لئے تسبیح پھرے ہم پہنا ہے زنا بہت
 منہ کی زردی تنگی نزاری چشم تر پر چھاتی ہے
 عشق میں اس کے یعنی ہم نے کھینچے ہیں آزار بہت
 نالہ و زاری سے عاشق کے کیا ابر بھاری ظرف ہوگا
 دل ہے نالان حد سے زیادہ آنکھیں ہیں زونار بہت
 برسوں ہوئے اب ہم لوگوں سے آنکھ انہوں کی نہیں ملتی
 برسوں تک آپس میں رہا ہے اپنے جنہوں کے پیار بہت
 ارض و سما کی پستی بلندی اب تو ہم کو برابر ہے
 یعنی نشیب و فراز جو دیکھی طبع ہوئی ہموار بہت

یگانگی خلق جہاں جائے خوف ہے
 سودشمنوں میں کیا ہے جو نکلے بھی چار دوست
 مجھ بیوا کی یاد رہے میر یہ صدا ،
 اس میکدے میں رہو بہت ہو شیار دوست
 شیخ جنت تجھے مجھے دیدار
 وہاں بھی ہر ایک کی ہے جدا قسمت
 کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو
 تھے ہمارے بھی میر کیا قسمت
 کریگا اس شور سے شب کو ہی تو
 روئینگے سونے کو ہمسائے بہت
 میر سے پوچھا جو میں عاشق ہو تم
 ہو کے کچھ چپکے سے شرمائے بہت
 خدا جانے ہووگی کیا نہایت
 اجل تو ہے دل کے مرض کی ہدایت
 گیا آسماں پر جو نالہ تو کیا ہے
 نہیں یار کے دل میں کرتا سرایت
 ہمیں عشق میں میر چپ لگ گئی ہے

ردیف التامنتخب از دیوان اول میر ہشت اشعار۔

حال گلزار زمانے کا ہے جیسے کہ شفق
رنگ کچھ اور ہی ہو جاے ہے یک آن کے پتھ
کان رکھ رکھ کے بہت درد دل میر کو تم
سنتے تو ہو پہ کہیں درد نہ ہو کان کے پتھ
میری طاعت کو قبول آہ کہاں تک ہوگا
سبھ یک ہاتھ میں ہے جام ہے یک ہاتھ کے پتھ
تاب و طاقت کو تو رخصت ہوئے مدت کزری
پند گو یوہنی نہ کر اب خلل اوقات کے پتھ
زندگی کس کے بھروسے پہ محبت میں کروں
ایک دل غمزدہ ہے سو بھی ہے آفات کے پتھ
بے سے و مغچہ یکدم نہ رہا تھا کہ رہا
اب تلک میر کا تکیہ ہے خرابات کے پتھ
عرش پر ہے ہم نمد پوشان الفت کا دماغ
اوج دولت کا سا ہے یا فقر کی پستی کے پتھ
ہم سیہ کارو نکا ہنسا وہ ہے بیخانے اور
آگے ہیں میر مسجد میں چلے مستی کے پتھ

ردیف التامنتخب از دیوان ششم میر ہفت اشعار۔

منھ پر رکھتا ہے وہ نقاب بہت
ہم سے کرتا ہے اب ہجاب بہت
دیر بھی کچھ لگی نہ مرتے ہمیں
عمر جاتی رہی شباب بہت
دیر تک کعبے میں تھے شب بے ہوش
پی گئے میر جی شراب بہت
میر کی بد حالی شب مذکور تھی
کڑھ گئے یہ حال سکر ہم بہت
دعویٰ عاشق پچارے کا کون سینگا محشر میں
خیال ملا ایک وں بھی ہونگے اسکے خاطر دار بہت
خشکی لب کی زردی رخ کی نمناکی دو آنکھوں کی
جو دیکھے ہی کہے ہے ان نے کھپا ہے آزار بہت
میر دعا کر حق میں میرے تو بھی فقیر ہے مدت سے
اب جو کبھو دیکھوں اسکو تو مجھ کو نہ آوے پیار بہت

ردیف التامنتخب از دیوان سیوم میر یک شعر۔

نہ ہاتھ آئی اے میر کچھ وجہ سے گرو میھ نے دستار کی ہے عبث

کنعان سے جا کے مصر میں یوسف ہو عزیز
عزت کسو کی ہوتی نہیں ہے وطن کے پچ
فرہاد قیس و میر یہ آوارگان عشق
یونہی کئے ہیں سب کی رہی من کی من کے پچ
حلقہ گیسوی خوباں پہ نہ کر چشم سیاہ
میر امرت نہیں ہوتا دہن مار کے پچ

ردیف الحیم منتخب از دیوان دوم میر ۳ اشعار

فرہاد دو قیس جس سے مجھے چاہو پوچھ لو
مشہور ہے فقیر بھی اہل و فا کے پچ
دل اس چمن میں بہتوں سے میرا لگا ولے
بوسے وفانہ پائی کسو آشنا کے پچ
جوش و خروش میر کے جاتے رہے نہ سب
ہونا ہے شور چاہنے کے ابتدا کے پچ

ردیف الحیم منتخب از دیوان چہارم میر یک شعر۔

آگے تورسم دوستی کی تھی جہاں کے پچ اب کیسے لوگ آئے زمین آسمان کے پچ
ردیف الحیم منتخب از دیوان پنجم میر یک شعر
چشم شوخ سے اسکے یارو کیا نسبت ہے غزالوں کو

دیکھتے ہیں ہم بڑا تفاوت شہری اور گنوار کے پچ
ردیف الحیم منتخب از دیوان اول میر یک ششم شعر

دل یہی ہے جسکو دل کہتے ہیں اس عالم کے پچ
کاش یہ آفت نہ ہوتی قالب آدم کے پچ
ردیف الحیم منتخب از دیوان اول میر یک شعر

ہونے لگا گزار غم یار ہے طرح رہنے لگا ہے دل کو اب آزار ہے طرح
ردیف الدال منتخب از دیوان اول میر بیست و یک اشعار

مار رکھا باطن پیر مغان نے شیخ کو مل گیا اس پیر زن کو غیب سے یک پیر مرد
ایک شب پہلو کیا تھا گرم ان نے تیرے ساتھ رات کو رہتا ہے اکثر میر کے پہلو میں درد
آویگی میری قبر سے آواز میرے بعد ابھرنے عشق دل سے تیرے راز میرے بعد
شع مزرا اور پہ سوز جگر مرا ہر شب کرینے زندگی نامہ میرے بعد
نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد آخر کار کیا کہا قاصد
کہنے قصہ لکھا کروں تا کے بھیجا کب تک کروں نیا قاصد
باؤ پر ہے برآت حس کا جواب اسکو گزری ہیں سا لما قاصد
نامہ میر کو اڑاتا ہے کاغذ باد کر گیا قاصد
شر مندہ اثر کچھ باطن مرا نہیں ہے وقت سحر ہے شاہد دست دعا ہے شاہد
ہم گرفتار حال بین اپنے طائر پر بریدہ کے مانند

بنی تھی کچھ یک اسے مدت کے بعد سو پھر بجڑی پہلی ہی صحبت کے بعد
 جدائی کے حالات میں کیا کہوں قیامت تھی یک یک ساعت کے بعد
 موا کو ہکن ہے ستون کھود کر یہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد
 لگا ہے آگ پانی کو دوڑے ہے تو یہ گرمی تیری اس شرارت کے بعد
 کہے کو ہمارے کب ان نے سنا کوئی بات مانے سو منت کے بعد
 سخن کی نہ تکلیف ہم سے کرو لہو ٹپکے ہے اب شکایت کے بعد
 نظر میر نے کیسی حسرت سے کی بہت روئے ہم اسکی رخصت کے بعد
 ردیف الدال منتخب از دیوان سوم میر یازدہ اشعار

زمیں پر میں پھینکا خط کو کر بند
 بہت ترپا کیا جون مرغ پر بند
 گرفت دل سے نا چاری ہے یعنی
 رہا ہوں بیٹھ مین بھی کر کے گھر بند
 فن اشعار مین ہوں پہلوان میر
 مجھے ہے یاد سا کشتی کا ہر بند
 عشق لو ہو پی گیا سب تن میں ہے سو درد درد
 پھول میری خاک سے نکلیجے بھی تو زرد زرد
 کب میری شب کو سحر ہے ایک بد حالی کے چچ

دل تڑپتا ہے رشک خونین میں صید در خون طہیدہ کے مانند
 مری سنگ مزار پر فر ہاد رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد
 ہم سے بن مرگ کیا جادہو ملال جان کے ساتھ ہے دل ناشاد
 موند آٹھین سفر عدم کا کر بس ہے دیکھا نہ عالم ایجاد
 فکر تعمیر مین نہ رہ منع زند گانی کی کچھ بھی ہے بنیاد
 خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں کس خرابی میں ہم ہوے آباد
 سنتے ہو ٹک سنو کہ پھر مجھ بعد نہ سنو گے یہ نالہ و فریاد
 لگتی ہے کچھ سموم سے تو نسیم خاک کس دل جلے کی دی برباد
 تیری قید قفس کا کیا شکوہ نالے اپنے سے اپنے سے فریاد
 خوب ہے خاک سے بزرگون کے چاہتا تو میرے تنین امداد
 پر مروت کہاں کی ہے اے میر تو ہی مجھ دل جلے کو کر ارشاد

ردیف الدال منتخب از دیوان دوم میر دوازده اشعار

ہیں مکان دوسر او جا خالی یار سب کوچ کر گئے شاید
 لو ہو آنکھوں مین اب نہیں آتا زخم اب دل کے بھر گئے شاید
 اب کہیں جنگوں میں ملتے نہیں حضرت خضر مر گئے شاید
 یہی بھی قفس میں ہے دشوار کام سے بال و پر گئے شاید
 شہر بار زار سے نہیں اٹھنا رات کو میر گھر گئے شاید

جانتا ہوں صبح ہی ہوتا ہوں جب میں سرد سرد
 کاروان درکاروان یان سے چلے جاتے ہیں لوگ
 ہر طرف اس خاکدان میں دیکھتے ہیں گرد گرد
 یہ غلط فہمی ہے ہر زن زن ہے یا ہے مرد مرد
 مرد وزن سب ہیں نہ پیر دیروادخت تاک سے
 دفتر اعمال میرا بہول جاوین میرے کاش
 ہے قیامت اس جدیدہ کو جو دیکھیں فرد فرد
 بہت ہے تن درد پر زرد زرد
 اٹھکی میرے خاک سے گرد زرد
 وہ بیمار گو تو نہ جانے مجھے
 مرا نامہ لکھنے کو ہے فرد زرد
 گزرتے ہے کیا میرے دل پر تیرے
 تو ہوتا ہے ہر لحظہ کچھ زرد زرد
 ادیف الدال منتخب از دیوان میر چہارم یازدہ اشعار
 جاوے جدائی کا یہ آزار گاہ باشد
 اچھا بھی ہو دے دل کا بیمار گاہ باشد
 گو قدر دل کی کم ہے پر چیز کام کی ہے
 لے تو رکھیں تمہیں ہو درکار گاہ باشد

کہتا ہوں سو کرے ہے لیکن رہوں ہوں ڈرتا
 آوے کسو سخن پر تکرار گاہ باشد
 وحشت پہ میرے مت جا غیرت بہت ہے مجھکو
 ہو بیٹھوں مرنے کو بھی طیار گاہ باشد
 ہے ضبط عشق مشکل ہوتا نہیں کسو سے
 ڈر میرے بھی ہو اسکا اظہار گاہ باشد
 تن کو جس جگہ سے پھیڑے ہوں ہے درد درد
 ہاتھ لگتے دل کے ہو جاتا ہوں کچھ مین زرد زرد
 اب تو وہ حسرت سے آہ و نالہ کرتا بھی گیا
 کوئی دم ہونٹوں تک ہو جاتا ہے گاہ سرد سرد
 شعر دیوان کے مرے کر کر یاد
 مجنوں کہنے لگا کہ ہاں استاد
 خود کو عشق بتاں میں بھول نہ جا
 متوکل ہو کر خدا تعالیٰ کو یاد
 وحشی اب گرد یاد سے ہم نہیں
 عمر افسوس کیا گئی برباد

چار دیواری عناصر میر

خوب جاگہ ہے پر ہے بے بنیاد

ردیف الرء منتخب از دیوان اول میر پنجابہ اشعار

ہم تو اسیر کج نفس ہو کے مر چلے

اے اشتیاق سیر چمن تیری کیا خبر

ہر گام سر راہ تھی بٹ جانے کی محبت

کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر

جوں شمع صمگہا ہے یکبار بھگے گئے ہم

اس شعلے خونی ہم کو مارا جلا جلا کر

میں منع میر تجھ کو کرتا نہ تھا ہمیشہ

کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

ساقی تو ایکبار تو توبہ میری تڑا

توبہ کروں جو بھر تو ہے توبہ ہزار بار

کیا زمزمہ کروں ہوں خوشی تجھ سے ہم صغیر

آیا جو میں چمن میں توجاتی رہی بہار

وسعت جہاں کے چھوڑ جو آرام چاہے میر

آسودگی رکھے ہے بہت گوشہ مزار

قدم دشت محبت میں نہ رکھ میر

کہ سر جاتا ہے گام اولین پر

دل دماغ و جگر یہ سب ایکبار

کام آئے فراق میں اے یاد

آزیرات کو قبر عاشق پر

یک طرح کا بیان بھی جوش بہار

نکلے ہے میری خاک سے نرگس

یعنی اب تک ہے حسرت دیدار

میر صاحب زمانہ نازک ہے قطعہ

دونو ہاتھوں سے تھامے دستار

سہل سے زندگی پہ کام کے تئیں

اپنے اوپر نہ کیجئے دشوار

چار دن کا ہے مجھلہ یہ سب

سب سے رکھیئے سلوک ہے ناچار

وہاں جہاں خاک کے برابر ہے

قدر ہفت آسمان ظلم شعرا

یہی در خواست پاس دل کے ہے

اس فن کے پہلوانوں سے کشتی رہی ہے میر
 بتوں کو ہم نے زیر کیا ہے پچھاڑ کر
 اس پشت لب کے اوپر دانے عرق کے یون ہیں
 یاقوت سے رکھے ہیں جوں موتوں کو جڑ کر
 اپنی مزاج میں بھی ہے میر صند نہایت
 پر مر ہی کے اٹھئے بیٹھے ہم جواز کر
 کہتا ہے کون تجھ کو یاں ی نہ کر تو وہ کر
 پر ہو سکے تو پیارے دل میں بھی ٹک جگہ کر
 کیا قصر دل کی تم سے ویرانی نقل کرے
 ہو ہو گئے ہیں ٹیلے سارے مکان ڈبہ کر
 رنگ شکستہ اپنا بے لطف بھی نہیں ہے
 یان کی تو صبح دیکھی ایک ادبہ رات رہ کر
 ایکونکی کھال کھینچی ایکونکو دار کہینچا
 اسرار عاشقیا پچھتائے یار کہہ کر
 شیخی کا اب کمال ہے کچھ اور
 حال ہے اور قال ہے کچھ اور
 سسل مت پو چھ یہ طلسم جہاں

نہیں روزہ نماز کچھ درکار
 در مسجد بھ حلقہ زن ہو تم
 کہ رہو بیٹھ خانہ خمار
 جی میں آوے سو کیجو پیارے
 ایک ہو جو نہ درپے آزار
 حاصل دو جہان ہے ایک حرف
 ہو میری جان آگے تم مختار
 لبوں پر ہے ہر لحظہ آہ شربار
 جلا ہی پڑا ہے ہمارا تو گربار
 کب اسعر میں آدمی شیخ ہیگا
 کتائیں رکھیں ساتھ گو ایک خربار
 جہاں میر رہنے کی جگہ نہیں ہے
 چلا چاہئے یہاں سے اسباب گربار
 دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
 پچھتاؤ گئے سنو ہو یہ بستی اجاڑ کر
 نکلنے کام دل کے کچھ اب اہل ریش سے
 کچھ ڈھیر کر چکے نہیں یہ آگے اکھاڑ کر

ہر جگہ یاں خیال ہے کچھ اور
 کوز پستی بھ شیخ کیمت جاؤ
 اس بھ بھی احتمال ہے کچھ اور
 آبیٹھا تھا صوفی میکے میں
 شکر خدا کے نکالا ورن سے خراب ہو کر
 شرم و حیا کمان تک ہیں میر کوئی دن کے
 اب تو ملا کرو ٹک بے ہجاب ہو کر
 لوح تربت پہ میرے پہلے یہ لکھیہ کہ اسے
 یار دشمن ہو گیا جان سے مار آخر کار
 مشت خاک اپنی جو پامال ہے یاں اسپہ مخا
 سر کو کھینچکا فلک تک بھ غبار آخر کار
 اولکار محبت تو بہت سہل ہے میر
 جی سے جاتا ہے ولے صبر و قرار آخر کار
 ہم بھی پہرتے ہیں یک حشم لے کر
 دستہ داغ و فوج غم لے کر
 دست کش نالہ پیش روگریہ
 آہ چلتی ہے یاں علم لے کر

مرگ یک ماندگی کا وقفہ ہے
 یعنی آگے چلیں گے دم لیکر
 ضعف یاں تک کھینچا کہ صورت گر
 رہ گئے ہاتھ میں قلم لیکر
 دل بھ کب اکتفا کرے ہے عشق
 جائیگا جان بھی یہ غم لیکر
 داڑھی سفید شیخ کی تو مت نظر میں کر
 بگلا شکار ہو وے تو لگتے ہیں ہاتھ پر
 اے ابر خشک مفر سمندر کا منہ نہ دیکھ
 سیراب تیرے ہونے کو کافی ہے چشم تر
 آخر عدم سے کچھ بھی نہ کھڑا مرا میاں
 مجھ کو تھا دست غیب پکڑنے تیری کمر
 پشت پا مارے بسحہ دینا پر
 زخم پڑ پڑ گیا میرے پا پر
 کم گو جو ہم ہوے تو ستم کچھ نہ ہو گیا
 اچھی نہیں یہ بات مت اتنی زبان کر
 افسانے ماومن کے سینیں میر کب تلک

ہے میرا راہ و رسم و بار وفا کچھ اور
 مجھ کو قفس میں سنبل وریحان کی کیا خبر
 کھ اے نسیم صبح گلستان کی کیا خبر
 رہنا ہے ایک نشہ انھیں جنکو ہے شناخت
 ہے زاہدوں کو مستی و عرفان کی کیا خبر
 ملک پوچھتے جو آن نکلتا کوئی رادھر
 اب بعد مرگ قیس بیابان کی کیا خبر
 برباد جاے یاں کوئی دولت تو کیا عجب
 آئی ہے تمکو ملک سلیمان کی کیا خبر
 آیا ہے ایک شہر غریباں سے تازہ تو
 میرا اس جوان حال پر نشان کی کیا خبر
 ردیف الراء منتخب از دیوان سوم میر نوزدہ اشعار۔

پیس مارا دل غموں نے کوٹ کر
 کیا اجاڑا اس نگر کو لوٹ کر
 ابر سے آشوب ایسا کب اٹھا
 خوب روئے دیدہ تر پھوٹ کر
 کیوں گزریاں کو پھروں پھاڑے نہ میر

چل اب کہ سوین منہ پہ ڈوٹے کو تان کر
 ردیف الراء منتخب از دیوان دوم میر سیزدہ اشعار۔
 قصر جنان تو ہم نے دیکھا نہیں جو کہینے
 شاید نہوے دل سا کوئی مکان زمین پر
 یاں خاک سے انھوں کے لوگوں نے گھر بنائے
 آثار ہیں جنھوں کے اب تک عیاں زمین پر
 کیا سر جھکا رہے ہو میرا اس غزل کو سن کر
 بارے نظر کرو ملک اے مہربان زمین پر
 موزوں کرو کچھ اور بھی شاید کہ میرا جی
 رہ جائے کوئی بات کسو کے زبان پر
 دامن میں آج میرے کے داغ شراب ہے
 تھا اعتماد ہم کو بہت اس جوان پر
 کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا
 ہے میرا فقیر اسکو نہ آزار دیا کر
 صورت پرست ہوتی نہیں معنی آشنا
 ہے عشق سے بتوں کے مرا مدعا کچھ اور
 مرنے پھ جان دیتے ہیں وارفتگان عشق

کس طرح میر جی کا ہم توبہ کرنا مانیں
 کل تک یہی داغ مئے تھے سب رونکے پیرہن پر
 سحر گوش گل میں کہا میں نے جا کر
 کھلے بند مرغ چمن سے ملا کر
 مبارک تمہیں میر ہو عشق کرنا
 بہت ہم تو پچھتائے دل کو لگا کر
 مذہب سے میرے کیا تجھے میرا دیدار اور
 میں اور یار اور مرا کاروبار اور
 چلتا ہے کام مرگ کا خوب اسکے دور میں
 ہوتی ہے گرد شہر کے روز یک مزار اور
 بندے کو ان فقیروں میں گینے نہ شہر کے
 صاحب نے میر مجھ کو دیا اعتبار اور
 دل کو تو لاگ ہی ہے تنکوں راہ کب تک
 اس پر ہے یک عذاب شدید انتظار اور
 کاہیکو اس قرار سے تھا اضطراب و قلق
 ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بیقرار اور
 ردیف الراء منتخب از دیوان چہارم میر پنج اشعار۔

دامن اسکا تو گیا ہے چھوٹ کر
 اے مرغ چمن صبح ہوئی زمرہ سر کر
 دم کھینچ نہ دل سے کوئی تکلے جگر کر
 فرہاد سے پتھر پہ ہویں صنعتیں کیا کیا
 دل جا کے جگر کا وی میں کچھ تو بھی ہنر کر
 کسب اور کیا ہوتا عوض رختے کے کاش
 پچھتائے بہت میر ہم اسم کام کو کر کر
 سعی و طلب بہت کی مطلب کے تیں نہ پہنچی
 نا چار اب جہاں سے بیٹھے ہیں ہاتھ اٹھا کر
 ارمان ہے جنھوں کووے اب کریں محبت
 ہم تو ہوے پشیمان دل کے تیں لگا کر
 میں میر ترک لے کر دنیا سے ہاتھ اٹھایا
 دو ویش تو بھی تو ہے حق میں میرے دعا کر
 تو بھی تو ایک دن چل گلش میں ساتھ میرے
 کرتی ہے کیا تبختر بلبل گل چمن پر
 دل جو جا نہیں ہے وحشی سائیں پھرون ہوں
 تم جانیو نہ ہرگز میرے دیوانہ پن پر

احوال میر جی کا مطلق گیا نہ سمجھا
 کچھ زیر لب کہا بھی سو دیر دیر روکر
 رحمت اگر یقینی ہے تو کیا ہے زہد شیخ
 اے بیوقوف جاے عبادت گناہ کر
 پر کالے آگے تھے کیا نالہائے بلبل
 شبنم سے آبلے ہیں گلبرگ سے زبان پر
 دل کیا مکان پھراسکا کیا صحن میر لیکن
 غالب ہے تو سعی میں میدان لا مکان پر
 ردیف الراء منتخب از دیوان ششم میر بست وسہ اشعار

دل کی آفت ہے آئی جانوں پر
 یہ فسانہ رہا زبانوں پر
 عشق میں ہوش و صبر سنتے تھے
 رکھ گئے ہاتھ سو تو کانوں پر
 عرش و دل دونو کا ہے پایہ بلند
 سیر رہتی ہے ان مکانوں پر
 جیسے بازار میں ہے تجھ سے متاع
 بھیر ہی رہتی ہے دوکانوں پر

دل رکھ قوی فلک کے زبردستی پر نہ جا
 گر کشتی لگ گئی ہے تو تو بھی تلاش کر
 پھرتا ہے کیا تو میر گلستاں میں غمزہ
 کچھ دلخراش لکھ بھی قلم یک تراش کر
 مرتے ہیں ہم تو آدم خاکی کے شان پر
 اللہ رے دماغ کہ ہے آسمان پر
 شوخی تو دیکھو آپ ہی کہا آؤ بیٹھو میر
 پوچھا کہاں تو بولے کہ میری زباں پر
 دل نہیں درد مند اپنا میر
 آہ و نالے اثر کریں کیونکر
 ردیف الراء منتخب از دیوان پنجم میر ہفت اشعار۔

بات کہو کیا چپکے رہو ہو یاں آکر
 ایسے گئے بیٹھو ہو تم تو بیٹھے اپنے گھر جا کر
 ایک آدھ دن نکل مت اے ابر ادھر سے ہو کر
 بیٹھا ہوں میں ابھی تک سارا جہاں ڈبو کر
 کیا خوب زندگی کی دنیا میں شیخ جی نے
 تعبیر کرتے میں سب اب انکو مردہ شوکر

غم و غصہ ہے جسے میں میرے
 اب معیشت ہے اپنی کھانوں پر
 قصہ دنیا میں میر بہت سنے
 نہ رکھوں گوش ان فسانوں پر
 جو راہ دوستی میں اے میر مرگئے ہیں
 سردینگے لوگ ان کے پاکی نشان کے اوپر
 شاید کہ منہ پھرا ہے بندوں سے کچھ خدا کا
 نکلے ہے کام اپنا کوئی خدا خدا کر
 وہ بیوفا نہ آیا بالیرا پہ وقت رفتن
 سوار ہم نے دیکھا سر کو اٹھا اٹھا کر
 مدت ہوئی ہمیں ہے و ان سے جواب مطلق
 دفتر کئے روانہ لکھ لکھ لکھا لکھا کر
 کیا دور میر منزل مقصود کی ہے اپنی
 اب تھک گئے ہیں ادھر قاصد چلا چلا کر
 ہوں کوجو صبا سا پر کچھ نہیں ہے حاصل
 شاید برات اپنی لکھی ہوا کے اوپر
 بندوں سے کام تیرا اے میر کچھ نہ نکالا
 موقوف مطلب اپنا اب رکھ خدا کے اوپر

زانو پہ سر ہے اکثر مت فکر اسقدر کر
 دل کوئی لے گیا ہے تو میر تک جگر کر
 خورشید ماہ دونو آخر نہ دل سے نکلے
 آنکھوں میں پھر نہ آئے جی سے میرے اتر کر
 یوسف عزیز دلما جامصر میں ہوا تھا
 ذلت جو ہو وطن میں تو کوئی دن سفر کر
 اے ہمتین غشی ہے میں ہوش میں نہیں ہوں
 مجھ کو میری زبانی سو بار اب خبر کر
 کیا حال زار عاشق کرے بیان نہ پوچھو
 کرتا ہے بات کوئی دل کے تو چشم تر کر
 مارے سے غل کئے سے جاتا نہیں ہے ہرگز
 نکلے گا اس گلی سے شاید کہ میر مر کر
 باندھے کمر سحر گہ آیا ہے میری کین پر
 جو حادثہ فلک سے نازل ہوا زمین پر
 اقرار میں کہاں ہے انکار کی سی خوبی
 ہوتا ہے شوق غالب اسکے نہیں نہیں پر
 آخر کو ہے خدا بھی تو اے میاں جہاں میں

بدے کے کام کچھ کیا موقوف ہیں تمہیں پر
تھی چشم خون فشان پر شاید کہ دست و دامن
ہیں میر داغ خون کے پیراہن آستین پر
ردیف الزاء منتخب از دیوان اول میر ہفت شعر۔

ہوتا نہیں ہے باب اجابت کا واہنوز
بسمل پڑے ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز
غنچے چمن چمن کھلے اس باغ دہر میں
دل ہی مرا ہے جو نہیں ہوتا ہے واہنوز
ہے بال و پر اسیر ہوں کنج قفس میں میر
جاتی نہیں ہے سر سے چمن کی ہوا ہنواز
میر کو ضعف میں میں دیکھ کہا کچھ کہیے
ہے تجھے کوئی گھڑی قوت گفتار ہنوز
ابھی ایکدم میں زبان جلنے سے رہ جاتی ہے
درد دل کیوں نہیں کرتا ہے تو اظہار ہنوز
آنسو بھرا کے بہت حزن سے یہ کہنے لگا
کیا کموں تجھ کو سمجھ اسپہ نہیں یار ہنوز
آنکھوں میں آن رہا جی جو نکلتا ہی نہیں
دل میں میرے گرہ حسرت دیدار ہنوز

ردیف ل ازار منتخب از دیوان دوم میر یک شعر۔
برسوں سے میر ماتم مجنوں ہے دشت میں
روتا ہے آکے ابرسیہ اس طرف ہنوز
ردیف السین منتخب از دیوان اول میر دو شعر۔

اے ابر تر تو اور کسی سمت کو برس
اس ملک میں ہمارے ہے یہ چشم تر ہی بس
حیران ہوں میر نزع میں اب کیا کروں بھلا
احوال دل بہت ہے مجھے فرصت یخفس

ردیف السین منتخب از دیوان دوم میر پنج اشعار

یہی گالی یہی جھڑکی یہی چھیڑ
نہ کچھ میرا کہا تو نے کبھو پاس
چل اب اے میر بس اس سر و قد بن
بہت رویا چمن کے آجیو پاس
جو دیر سے حرم کو گئے سو وہیں موئے
آتا نہیں ہے جا کے کوئی پھر خدا کے پاس
کیا جائے کہ کہتے ہیں کس کو یگانگی
بیگانے ہی سے ہم رہے اس آشنا کے پاس

میر اس دل گرفتہ کی یاں تو ملی نہ داو
عقدہ یہ لیکے جاؤنگا مشکل کشا کے پاس
ردیف السین منتخب از دیوان سوم میر بیخ اشعار۔

کو محبوب کے ہو گور پر گل
ہماری خاک کو ہے خار و خس بس
چمن کے غم میں سینہ داغ ہے میر
بہت نکلی ہماری بھی ہوس بس
چشم پوشی نہ کر فقیر ہے میر
مہر کی اسکو یک نظر ہے بس
امیروں تک رسائی ہو چکی بس
مری سخت آزمائی ہو چکی بس
گلے میں گیروی کفنی ہے اب میر
تمھاری میرزائی ہو چکی بس

ردیف السین منتخب از دیوان چہارم میر ایک شعر۔

دوری میں جس کے مر گئے رک رک کے میر ہم
نکلا نہ وہ سو ہو کہ ہماری مزار پاس
ردیف السین منتخب از دیوان پنجم میر شش اشعار۔

یار ہم سے جدا ہوا افسوس
نہ جدا ہو کے پھر ملا افسوس
رات دن ہاتھ ملتے رہتے ہیں
دل کے جانے کا ہے بڑا افسوس
نوش دارو ہے نیش دارو میر
متاثر نہیں دوا افسوس
آنکھ کھلتے گی بہار افسوس
گل کو دیکھا بھی نہ ہزار افسوس
نہ معروف نہ آشنا کوئی
ہم ہیں بے یار و بے دیار افسوس
کیا کیا تم نے ہم سے کہا تھا کچھ نہ کیا افسوس
کیا کیا کڑھایا جی سے مارا لہو پیاس افسوس

ردیف السین منتخب از دیوان اول میر نہ اشعار

دل تو افکار ہے جگر ہے ریش
یک مصیبت ہے مرے تئیں درپیش
پان تو لیتا جا فقیروں کے
برگ سبز است تحفہ در ویش
فکر کر زاد آخرت کا بھی

نے کچھ گنہ ہے دل کانے جرم چشم اسمیں
 رکھتی ہے ہمکو اتنا ہے اختیار خواہش
 حالانکہ عمر ساری مایوس گذری تسپر
 کیا کیا رکھیں ہیں اسکی امیدوار خواہش
 کرتے ہیں سب تمنا پر میر جی نہ اتنے
 رکھیے یار تم کو پایاں کار خواہش
 مطلق نہیں ہے ادھر اس دلربا کی خواہش
 کیا جانتے کہ کیا ہے یار و خدا کی خواہش
 اقلیم حسن سے ہم دل پھیر لے چلے ہیں
 کیا کرے یاں نہیں ہے جنس وفا کی خواہش
 خونِ جگر ہی کھانا آغاز عشق میں ہے
 رہتی ہے اس مرض میں پھر کب غذا کی خواہش
 وہ شوخ دشمن جان اے دل تو اسکا خواہاں
 کرتا ہے کوئی ظالم ایسی بلا کی خواہش
 میری بھی حق میں کر ٹک ہاتھوں کو میر اونچا
 کتا ہے اہل دل سے ہر یک دعا کی خواہش
 ردیف الشین منتخب از دیوان سوم میر پنج اشعار

میر اگر تو ہے عاقبت اندیش
 شب اس دل گرفتہ کو وار کر بزورے
 بیٹھے تھے شیرہ خانے میں ہم کتنے ہرزہ گوش
 آئی صدا کہ یاد کرو دور رفتہ کو
 عبرت بھی ہے ضرور ٹک اے جمع تیز ہوش
 جمشید جن نے وضع کیا جام کیا ہوا
 وہ صحتیں کہاں گئیں کیدھروے نانوش
 خبر لالہ اسکے جام سے پاتے نہیں نشان
 ہے کو کنار اسکی جگہ اب سیو بدوش
 جھومی ہے بید جاے جوانان میگار
 بالائے خم ہے خشت سر پیر میفروش
 میر اس غزل کو خوب کہا تھا ضمیر نے
 پرانے زبان دراز بہت ہو چکے خموش
 ردیف الشین منتخب از دیوان دوم میر دہ اشعار

کیا کہنیے کیا رکھے ہیں ہم تجھ سے یار خواہش
 یک جان و صد تمنا یکدل ہزار خواہش
 لے ہاتھ میں قفس ٹک صیاد چل چن تک
 مدت سے ہے ہمیں بھی سیر بہار خواہش

اسکے در پر شب نہ کر اے دل خروش
 کہتے ہیں دیوار بھی رکھتی ہے گوش
 دوستوں کا دردِ دل تک گوش کر
 گر نصیب دشمنان ہے دردِ گوش
 فکر میں مرگ کے ہوں سر در پیش
 ہے عجب طور کا سفر در پیش
 کیا کروں نقلِ راہ ہستی میں
 مرحلے آئے کس قدر در پیش
 کیا پتنگے کو شمع روئے میر
 اسکی شب کو بھی ہے سحر در پیش

ردیف اشین منتخب از دیوان پنجم میر سہ ۳ اشعار۔

رکھتے رہے بتوں سے مہر وفا کی خواہش
 اس آرزو نے مارا یہ بھی خدا کی خواہش
 بیماری دلی پر میں صبر کر رہا ہوں
 جی کو نہیں ہے میرے مطلق دوا کی خواہش
 حیران کار الفت اے میر چپ ہوں میں تو
 پوچھا کرو ہو ہر دم کیا پیوا کی خواہش

ردیف الطان منتخب از دیوان دوم میر چہار اشعار۔

عشق کی راہ نہ چل خبر ہے شرط
 اول گام ترک سر ہے شرط
 دعویٰ عشق یوں نہیں صادق
 زردیٰ رنگ و چشم تر ہے شرط
 قصد حج ہے تو شیخ کو لے چل
 کعبے جانے کو یہ بھی خر ہے شرط
 دل کا دینا ہے سہل کیا اے میر
 عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

ردیف الطان منتخب از دیوان پنجم میر یک شعر۔

عشق کو جرات و جگر ہے شرط زرد سے رنگ و چشم تر ہے شرط

ردیف الطان منتخب از دیوان سوم میر شعر۔

جو وہ ہے تو ہے زندگانی سے حظ
 مزا عمر کا ہے جوانی سے حظ
 نہیں وہ تو سب کچھ یہ ہے لطف ہے

نہ کھانے میں لذت نہ پانی سے حظ
کہا درد دل رات کیا میر نے
اٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

ردیف الغین منتخب از دیوان سوم میر پنج اشعار۔

ہے میری ہے یک غزل پر اجتماع
خانقاہ میں کرتے ہیں صوفی سماع
وجد میں رکھتا ہے اہل فہم کو
میرے شعرو شاعری کا استماع
یار دشمن ہو گیا اس کے سبب
ہے متاع دوستی بھی کیا متاع
دل جگر خون ہو کے رخصت ہو گئے
حسرت آلودہ ہے رشک وداع
میر درد دل نہ کہہ ظالم بس اب
ہو گیا ہے سامعوں کو تو صداع

ردیف الغین منتخب از دیوان سوم میر پنج اشعار۔

اب نہیں سینے میں میرے جاے داغ

سوز دل سے داغ ہے بالائے داغ
دل جلا آنکھیں جلیں جی جل گیا
عشق نے کیا کیا ہمیں دکھلائے داغ
دل جگر جل کر ہوئے ہیں دونو ایک
درمیان آیا ہے جب سے پائے داغ
منفعل ہیں لالہ و شمع و چراغ
ہمنے بھی کیا عاشقی میں کھائے داغ
وہ نہیں اب میر جو چھاتی جلے
کھا گیا سارے جگر کو ہائے داغ

ردیف الغین منتخب از دیوان پنجم میر دو اشعار۔

اٹھنے دیتا نہیں شکتہ دل
ڈہ گیا کیا مکان دریغ دریغ
تب کھلی آنکھ میر اپنی جب
جاچکا کاروان دریغ دریغ

ردیف الفا منتخب از دیوان اول میر ہفت اشعار۔

ایک دن میں نے لکھا تھا اسکو اپنا درد دل

جاتا نہیں ہے جی تنگ اسلام کی طرف
ردیف الفانتخب از دیوان سوم میر دو اشعار۔

کیا پیام و سلام ہے موقوف
رسم ظاہر تمام ہے موقوف
روز وعدہ ہے ملنے کا لیکن
صبح موقوف شام ہے موقوف

ردیف القاف منتخب از دیوان اول میر دو اشعار۔

درد ہے خود ہی خود دوا ہے عشق
شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق
تو نہوے تو نظم کل اٹھ جائے
سچے ہیں شاعرانِ خدا ہے عشق

ردیف القاف منتخب از دیوان دوم میر پنج اشعار۔

کیا کہوں تم سے میں کہ کیا ہے عشق
جان کا روگ ہے بلا ہے عشق
عشق معشوق عشق عاشق ہے

آج تک جاتا نہیں سینے سے خامے کے شکاف
کن لیا ہے تم سے پچھلگا کہ دادو
ٹک کان ہی رکھا کرو فریاد کے طرف
حیران کار عشق ہے شیرین کاقش میر
کچھ یوں ہے دیکھتا نہیں فریاد کے طرف
محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ
دہواں سا ہے کچھ اس نگر کے طرف
بہت رنگ ملتا ہے دیکھو کبھو
ہماری طرف سے سحر کے طرف
نہ سمجھا گیا ابر کیا دیکھ کر
ہوا تھا مرے چشم تر کے طرف
ٹپکتا ہے پلوں سے خون مستقل
نہیں دیکھتے ہم جگر کے طرف

ردیف الفانتخب از دیوان دوم میر دو اشعار۔

اس پہلوئی نگار کو بستر سے کام کیا
مدت ہوئی کہ چھوئے ہے آرام کی طرف
دیکھی ہے جب سے اس بت کافر کی شکل میر

دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق
 کون مقصد کو عشق میں پہنچا
 آرزو عشق مدعا ہے عشق
 میر مرنا پڑے ہے خواباں پر
 عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق
 ردیف القاف منتخب از دیوان پنجم میر چہار اشعار۔

ارض و سما میں عشق ہے سارا چاروں اور بھرا ہے
 ہم ہمیں جناب عشق کے بندے نزدیک اپنے خدا عشق
 ظاہر و باطن اول آخر پائیں بالا عشق ہے سب
 نور و ظلمت معنی و صورت سب کچھ آپ ہی ہوا ہے عشق
 ایک طرف جبرئیل آتا ہے ایک طرف لاتا ہے کتاب
 ایک طرف پنہاں ہے دلوں میں ایک طرف پیدا ہے عشق
 خاک و باد آب و آتش سب ہے موافق اپنے تئیں
 جو کچھ ہے سو عشق بتان ہے کیا کہئے اب کیا ہے عشق
 ردیف القاف منتخب از دیوان اول میر بست و چہار اشعار۔

بے چین مجھ کو چاہتا ہر دم ہے زیر خاک

یعنی اپنا ہی بتلا ہے عشق
 عشق ہے طرز و طور عشق کے تئیں
 کہیں بندہ کہیں خدا ہے عشق
 گر پرستش خدا کے ثابت کے
 کسو صورت میں ہو بھلا ہے عشق
 میر جی زرد ہوتے جاتے ہو
 کیا کہیں تم نے بھی کیا ہے عشق

ردیف القاف منتخب از دیوان سوم میر ہفت اشعار۔

کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہے عشق
 حق شناسوں کے ہاں خدا ہے عشق
 دل لگا ہو تو جی جہاں سے اٹھا
 موت کا نام پیار کا ہے عشق
 اور تدبیر کو نہیں کچھ دخل
 عشق کے درد کی دوا ہے عشق
 کیا ڈبویا محیط میں غم کے
 ہم نے جانا تھا آشنا ہے عشق
 عشق سے جا نہیں کوئی خالی

آنکھیں جو روتے روتے جاتے رہیں جا ہے
 انصاف کر کہ کوئی دیکھے ستم کہاں تک
 مانند طائر نو پر اٹھے جہاں گئے ہم
 دشوار ہے ہمارا آنا پھر آئیاں تک
 تن کام میں ہمارے دیتا نہیں وہی کچھ
 حاضر ہیں میر ہم تو اپنی طرف سے جان تک
 مدت ہوے گھٹ گھٹ ہمیں شہر میں مرتے
 واقف نہ ہوا نہ کوئی اس آسرا سے اب تک
 برسوں ہوئی دل سوختہ بلبل کو مؤے لعک
 ایک دود سا اٹھتا ہے چمن زار سے اب تک
 اس باغ میں اغلب ہے کہ سرزد نہوا ہو
 یوں نالہ کسو مرغ گرفتار سے اب تک
 شب کو تہ اور قصہ میری جان کا دراز
 القصہ اب کہا کروں تجھ سے میں کب تک
 باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے
 گرجان میری میر نہ آہنچے لب تلک
 توشہ آخرت کا فکر رہے

چھاتی پہ بعد مرگ بھی دل جم ہے زیر خاک
 آسودگی جو چاہے تو مرنے پہ دل کو رکھ
 آشفقتی طبع بہت کم ہے زیر خاک
 تنہا تو اپنے گور میں رہنے پہ بعد مرگ
 مت اضطراب کر یو کہ عالم ہے زیر خاک
 رویا تھا نزع میں میں اسے یاد کر بہت
 اب تک مری ہر ایک مثرہ غم ہے زیر خاک
 کیا آسمان پہ کھینچے کوئی میر آپ کو
 جانا جہاں سے سب کو مسلم ہے زیر خاک
 اب وہ نہیں کہ شواش رہتی تھی آسمان تک
 آشوب نالہ اب تو پہنچا ہے لا مکان تک
 بہہ بھی گیا بدن کا سب ہو کے گوشت پانی
 اب کاردرے عزیزاں پہنچی ہے استخوان تک
 تصویر کی سی شمعین خامش جلتے ہیں ہم
 سوز درون ہمارا آتا نہیں زبان تک
 روتے پھرے ہیں لوہویک عمر اس گلی میں
 باغ و بہار ہی ہے جاوے نظر جہاں تک

جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک
 مر بھی رہ میر شب بہت رویا
 ہے مری جان اب سحر نزدیک
 کعبہ پہنچا تو کیا ہوا اے شیخ
 سعی کر ٹک پہنچ کسی دل تک
 نہ گیا میر اپنی کشتی سے
 ایک بھی تختہ پارہ ساحل تک
 میں ترک عشق کر کے ہوا گوشے گیر میر
 ہوتا پھروں خراب جہاں میں کہاں تک
 بات اہل کی چلے ہی جاتی ہے
 ہے مگر عوج بن عنق کی تانگ
 میر بندوں سے کام کب نکلا
 مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ

ردیف الکاف منتخب از دیوان دوم میر شازدہ اشعار۔

آئی نہ ہاتھ میر کے میت بہ کل نماز
 تاوت پر تھی اسکے پنت کثرت ملک
 غافل ہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ

حالانکہ رفتی ہیں سب اس کا رداں کے لوگ
 مجنون و کوہکن نہ تلف عشق میں ہوئے
 مرنے پہ جی ہی دیتے ہیں اس خاندان کے لوگ
 مقدور تک نہ گزرے میرے خون سے یار میر
 غیروں سے کیا لگہ ہے یہ ہے آشنا کا رنگ
 وہ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ
 بہت اس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ
 مظاہر سب اسکے ہیں طاہر ہے وہ
 تکلف ہے یاں جو چھپاتے ہیں لوگ
 عجب کی جگہ ہے کہ اسکی جگہ
 ہمارے تین ہی بتاتے ہیں لوگ
 رہے ہم تو کھوئے گئے سے سدا
 کبھو آپ میں ہم کو پاتے ہیں لوگ
 اس ابر و کمان پر جو قربان ہیں ہم
 ہمیں کو نشانہ بتاتے ہیں لوگ
 نہ سویا کوئی سوز شب سے میرے
 قیامت ازیت اٹھاتے ہیں لوگ

کچھ رنج دلی میر جوانی میں کھنچا تھا
زردی نہیں جاتی میرے رخسار سے اب تک

ردیف الکاف منتخب از دیوان پنجم میر یازدہ شعر۔

اب رنج و درد و غم کا پہنچا ہے کام جان تک
پر حوصلے سے شکوہ آیا نہیں زبان تک
آواز کے ہمارے تم حزن پر نہ جاؤ
یہ نالہ حزن تو جاتے ہیں آسمان تک
رونا جہاں جہاں تو عین آرزو ہے لیکن
روتا ہوں رویا جاے میرے کنے جہاں تک
اکثر صداع مجھ کو رہتا ہے عاشقی میں
تصدیق درد و غم سے کھینچے کوئی کہاں تک
نفع کثیر اٹھایا عشق کی تجارت
راضی ہیں میر اب تو ہم جان کی زبان تک
کیا ہم میں رہا گردش افلاک سے اب تک
پھرتے ہیں کماروں سی بڑی چاک سے اب تک
دشمن ہوئی ہے جسکے لئے ساری خدائی

ان آنکھوں کے بیمار ہیں میر ہم
جا دیکھنے ہم کو آتے ہیں لوگ
لیا چیرہ دستی سے گر میر سر تک
نہ پہنچا کبھو ہاتھ اسکی کمر تک
مجھے نیند کیسی کہ مانند انجم
کہلے رہتی ہیں میری آنکھیں سحر تک
اٹھاپاس بے اختیاری سے سب کا
بکا بیٹھے کرتے ہیں دو دوپہر تک
دماغ اور دل ہیں سرا سیمہ دونو
سر زخم شاید کہ پہنچا جگر تک
محبت میں جی سے گئے میر آخر
خبر گھننے ہے یہ ہر ہے خبر تک

ردیف الکاف منتخب از دیوان سیوم میر یک شعر۔

رسم و عادت ہے کہ ہر یکوقت کا ہوتا ہے
میر باری یاد کر روینگے کیا یہ درد لوگ

ردیف الکاف منتخب از دیوان چہارم میر یک شعر۔

نہ آئی اسیران بے بال و پر تک
 بہت میر برہم جہاں میں رہیے
 اگر رہ گئے آج کی شب سحر تک

ردیف الام منتخب از دیوان اول میر ہفدہ اشعار -

فصل خزان میں سیر جو کی ہم نے جانے گل
 چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقش پائے گل
 اللہ رے عندلیب کی آواز دلخراش
 جی ہی نکل گیا جو کہا ان نے ہائے گل
 نکلا ہے ایسی خاک سے کس سادہ رو کے یہ
 قابل درود بھیجنے کے ہے صفائے گل
 گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن میں میر کے
 لخت جگر پڑے ہیں نہیں برگمائے گل
 گل کی جفا بھی جاتی دیکھی وفائے بلبل
 یک مشت پر پڑے ہیں گلشن میں حائے بلبل
 کر سیر جذب الفت گلچین نے گل چمن میں
 توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدائے بلبل

مربوط ہیں ہم اس بت بے باک سے اب تک
 وے کپڑے تو بدلے ہوئے میر اسکو کئی دن
 تن پیر ہن شکن تنگی پوشاک سے اب تک
 عشق مرد آزمانے آخر کار
 کئے فرہاد و قیس و میر ہلاک
 دیوانے ہیں شہر وفا کے راہ و رسم کے ہم تو میر
 دل کے کئے جی دینے والے قاطبتا گھر گھر ہیں لوگ
 تاجا ہیں لوگ کشتہ ہجرن میں یہ غریب
 کریو تمام گوروں سے میری مزار الگ
 ردیف الکاف منتخب از دیوان ششم میر پنج اشعار
 رہی ہے غش و درد دو دو پہر تک
 سرزخم پہنچا ہے شاید جگر تک
 ہوئے ہیں حواس اور ہوش و خرد گم
 خبر کچھ تو آئی ہے اس بے خبر تک
 زمیں گرد اس مہ کے میرے ہیں عاشق
 ستارے فلک کے رہے ہیں ادھر تک
 بہار آئی پر ایک پتی بھی گل کی

آئی بہار و گلشن گل سے بھرا ہے لیکن
 ہے گوشہ چمن میں خالی ہے جائے بلبل
 نہ دلخراش نالے ہر شب کے میر تیرے
 کر دیں گے بے نمک ہی شور و نوائے بلبل
 کس کو دماغ و شعر و سخن ضعف میں کہ میر
 اپنا رہی ہے اب تو ہمیں بیشتر خیال
 سبزہ نور ستہ رہ گذر کا ہوں
 سر اٹھایا کہ ہو گیا پامال
 کیوں نہ دیکھوں چمن کو حسرت سے
 آشیاں تھا مرا بھی یاں ہر سال
 یک آن میں بدلتی ہے صورت جہاں کی
 جلد اس نگار خانے سے کر انتقال چل
 سالک بہر طریق بدن ہے و بال جان
 یہ بوجھ تیرے ساتھ جو ہے اسکو ڈال چل
 دنیا ہے میر حادثہ گاہ مقرری
 یاں سے تو اپنا پاؤں شتانی نکال چل
 اس مہلت دو روزہ میں خطرے ہزار ہیں

اچھا ہے رہ سکو جو خبردار آج کل
 کعبہ تلک تو سنتے ہیں ویرانہ و خراب
 آباد ہے سو خانہ خمار آج کل
 رہتا نہیں ہے کوئی گھڑی اب تو یار دل
 آزرده دل ستمزده دل بیقرار دل
 ردیف اللام منتخب از دیوان دوم میریک شعر۔

گر رنگ ہے چلا ہے اور بو ہے تو ہوا ہے
 کہ میر اس چمن میں کس سے لگائے دل
 ردیف اللام منتخب از دیوان پنجم میر ہفت اشعار۔

دل دل لوگ کہا کرتے ہیں تم نے جانا کیا ہے دل
 چشم بصیرت واہووے تو عجائب دیر کی جا ہے دل
 اوج و موج کا آشوب اسکے لیکے زمین سے فلک تلک ہے
 صورت میں تو قطرہ خون ہے معنی میں دریا ہے دل
 جیسے صحرا کوئی کشادہ دامن ہم تو سنتے ہیں
 بند کر آنکھیں تک دیکھو تو ویسا ہے صحرا ہے دل
 کوہکن و مجنوں و امق تم جس سے پوچھو بتا دیوے

عشق و جنون کے شہروں میں ہے ہر چار طرف رسوا ہے دل
میر پریشان دل کے غم میں کیا کیا خاطر داری کی
خاک میں ملتے کیوں نہ پھریں اب خوں ہو ہو گیا ہے دل
رکھتا نہیں ہے مطلق تاب عتاب اب دل
جاتا ہے کچھ ڈھائے خانہ خراب اب دل
مدت سے اب وہی ہے مرا ہم کنار دل
آرزو دل ستمزدہ و بیقرار دل

ردیف اللام منتخب از دیوان ششم میر ہفت اشعار۔

یک توجہ میں رہی ہے سیر اس کی عرش پر
عقل میں آتے نہیں طرفہ طرفہ کارِ دل
باغ سے لے دشت تک رکھتے ہیں یک شور عجب
ہم اسیرانِ قفس کے نالہائے زار دل
طریق عشق میں ہے رہنما دل
پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل
قیامت تھا مروت آشنا دل
موئے پر بھی مرا اسمیں رہا دل

رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا
کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل
گئے وحشت سے باغ وراغ میں تھے
کہیں ٹھہرا نہ دینا سے اٹھا دل
اسیری میں تو کچھ واشد کبھو تھے
رہا غمگین ہوا جب سے رہا دل
ردیف الیم منتخب از دیوان اول میر یازدہ اشعار۔

کیا بلبل اسیر ہے بے بال و پر کہ ہم
گل کب رکھے ہے تکرے جگر اسقدر کہ ہم
جیتے ہیں تو دکھا دیگے دعویٰ عندلیب
گل بن خزان میں اب کے وہ رہتی ہے مر کہ ہم
اب دیکھتے ہیں خوب تو وہ بات ہی نہیں
کیا کیا وگر نہ کہتے تھے اپنی زبان سے تم
قصہ مرا سنو گے تو جاتی رہیگی نیند
آرام چشم مت رکھو اس داستان سے تم
اگر راہ میں اسکے رکھا ہے گام
گئے گذرے خضر علیہ السلام

علم سب کو ہے یہ کہ سب تو ہے
 پھر ہے اللہ کیا نام معلوم
 گرچہ تو ہی ہے سب جگہ لیکن
 ہم کو تیری نہیں ہے جا معلوم
 عشق حانا تھا مار رکھیگا
 ابتدا میں تھی انتہا معلوم
 دل بھ جا ہو تو میر کچھ کھا وے
 کٹر ہنے پینچنے میں اشتہا معلوم
 محرم سے کسوروبرو ہوں کاش کے ابہم
 بے وجہ غضب رہنے کا یوچہیں جو سب ہم
 تدبیریں کریں اپنے تن زار و زبوں کا
 اضراط سے اندو کے ہون آپ میں جب ہم
 یک سلسلہ ہے قیس کا فرہاد کا اپنا
 جوں حلقہ زنجیر گرفتار ہیں سب ہم
 مجمع میں قیامت کے ایک آشوب ساہوگا
 آنکلے اگر عرصے میں یوں نالہ بلب ہم
 گہ نوبچ لیا منہ کو گئے کوٹ لی چھاتی

دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئے
 سخن یان ہوا ختم حاصل کلام
 قیامت ہے یان چشم و دل سے رہے
 چلے بس تو وہاں جا کے کرے قیام
 نہ دیکھی جہان کوئی آنکھوں کے اور
 نہ لیوے کوئی جس جگہ دل کا نام
 جہاں میر زیر و زبر ہو گیا
 خراماں ہوا تھا وہ محشر خرام
 گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم
 لیک لگ چلنے میں بلا ہیں ہم
 کوئی خواہاں نہیں ہمارا میر
 گویا جنس ناروا ہیں ہم
 ردیف المیم منتخب از دیوان دوم میر بست و ہشت اشعار۔

وقفہ مرگ اب ضروری ہے
 عمر طے کرتے تھک رہے ہیں ہم
 یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے
 سو بھی ایک عمر میں ہوا معلوم

دل تنگی ہجرال سے ہیں مغلوب غضب ہم
 آغاز محبت میں تمامی ہوئے اپنے
 آئے وائے ہوئے خاک بسر راہ طلب ہم
 تربت سے ہمارے نہ اٹھے گرد بھی اسے میر
 جی سے گئے لیکن نہ کیا ترک ادب ہم
 اب چھیڑئے جہاں وہیں گویا ہے درد سب
 پھوڑا سا ہو گیا ہے ترے غم میں تن تمام
 آوارہ گرد بار سے تھے ہم پہ شہر میں
 کیا خاک میں ملا ہے یہ دیوان پن تمام
 اس کار دست بستہ پہ ریتجا نہ مدعی
 کیونکر نہ کام اپنا کرے کوہکن تمام
 یک گل زمیں نہ وقتی کے قابل نظر پڑی
 دیکھا برنگ آب روان بھ چمن تمام
 نکلے ہیں گل کے رنگ گلستان میں خاک سے
 یہ وے ہیں اسکے عشق کے خونیں کفن تمام
 میں خاک میں ملا نہ کروں کس طرح سفر
 مجھ سے غبار رکھتے ہیں اہل وطن تمام

کچھ ہند ہی میں میر نہیں لوگ جیب چاک
 ہے میرے ریتخوں کا دیوانہ دکن تمام
 منظور سجدہ ہے ہمیں اس آفتاب کا
 ظاہر میں یوں کرے ہیں نماز زوال ہم
 مرے جاتے تھے فرط الفت سے ہم
 جنے ہیں خدا ہی کے قدرت سے ہم
 جو دیکھو وہ قامت تو معلوم ہو
 کہ روکش ہوئے ہیں قیامت سے ہم
 خدا سے بھی شب کو دعا مانگتے
 نہ اسکا لیا نام غیرت سے ہم
 رکھا جس کو آنکھوں میں ایک عراب
 اسے دیکھ رہتے ہیں حسرت سے ہم
 نہ مل میر اب کے امیروں سے تو
 ہوئے ہیں فقیر ان کی دولت سے ہم
 تکلیف درد دل کی نہ کر تنگ ہوئے لوگ
 یہ بات روز کہتے رہے ہمنشین سے ہم

آورہ گردی اپنی کھنچی میر طول کو
اب چاہئے دعا کو عزت نشین سے ہم
ردیف المیم منتخب از دیوان سوم میردو اشعار۔

ہمیں سرکشی سر بلندی سے کیا رہے صف میں ہم تو سردر قدم
کہیں کیا کف پائیں میر آبلے چلیں ہم سروں پر مگردہر قدم
ردیف المیم منتخب از دیوان چہارم میر ۳ اشعار۔

ظلم ہوئے ہیں کیا کیا ہم پر صبر کیا ہے کیا کیا ہم
آن لگے ہیں گور کینارے اسکی گلی میں جا جا ہم
ہا ہا ہے کرٹا لیگا اسکا غرور دو چندان ہے
گھگھیا نے کا اب کیا حاصل یوہنی کرے ہیں ہا ہا ہم
میر فقیر ہوئے تو یک دن کیا کہتے ہیں پیٹے سے
عمر رہی ہے تھوڑی اسے اب کیونکر کاٹیں بلا ہم
ردیف المیم منتخب از دیوان پنجم میر بازوہ اشعار۔

عشق ہمارے درپے جان ہے آنے گھر سے نکل کر ہم
سر پر دیکھا یہی فلک ہے جاویں چل کر کیدھر ہم
بعد نماز دعا میں کیں سو میر فقیر ہوئے تم تو

ایسی مناجاتوں سے آگے کاش کے ہاتھ اٹھاتے تم
در پر حرم کے کشود نہیں تو دیر میں جا کر کافر ہو
تشفہ کھینچو پو تھی پر ہو زنا رگلے سے بندھاؤ تم
کیا کریں پیکس ہیں ہم بے بس ہیں ہم بے گھر ہیں ہم
کیونکر اڑ کر پہنچیں اس تک طائر بے پر ہیں ہم
گرنہ روئیں کیا کریں ہر چار سو ہے پیکسی
بیدل و بیطاقت و بے دین و بے دلیر ہیں ہم
وہ جو رشک مہ کبھی اس راہ سے نکلا نہ میر
ہم نہ رکھتے تھے ستارہ یعنی بد اختر ہیں ہم
تظلم کہ کھینچے الم پر الم
ترحم کہ مت کر ستم پر ستم
علم بازی آہ جانکاہ ہے
رہے ٹوٹتے ہی علم پر علم
جو ہو سر کے آؤ مانوں نہ میں
عبث کھاتے ہو تم قسم پر قسم
کئی بار آنا ادھر لطف سے
عطا پر عطا ہے کرم پر کرم

خطرناک تھی وادی عشق میر
گئے اس پہ بھی ہم قدم پر قدم
ردیف المیم منتخب از دیوان ششم میرا نہ اشعار۔

وے ہم میں جن کو کہنے آزار دیدہ مردم
الفت گزیدہ مردم کلفت کشیدہ مردم
ہے حال اپنا درہم تسپر ہے عشق کا غم
رہتے ہیں دم خود ہم آفت رسیدہ مردم
وہ دیکھے ہم کو اکبر جن نے نہ دیکھے ہو دیں
آزردہ دل شکستہ خاطر کبیدہ مردم
جو ہے سو لو مایل ہے بے طور اور جاہل
اہل جہاں میں ساری صحبت نہ دیدہ مردم
جاتے ہیں اسکے جانب مانند تیر سیدھے
مثل کمان حلقے قامت خمیدہ مردم
اوباش بھی ہمارا کتنا ہے تیڑھا بانکا
دیکھ اسکو ہو گئے ہیں کیا کیا کشیدہ مردم
مت خاک عاشقان پر پھر آب زندگی سا
جاگین کہیں نہ سوتے یہ آرامیدہ مردم

لے لے کے منہ میں تنکا ملتے ہیں عاجزانہ
مغرور سے ہمارے بر خویش چیدہ مردم
تھے دست بستہ حاضر خدمات میں میر گو یا
سببیں تنوں کے عاشق ہیں زر خریدہ مردم
ردیف النون منتخب از دیوان اول میر یکھدوسی اشعار۔

بے کلی بے خودی کچھ آج نہیں
ایک مدت سے وہ مزاج نہیں
درد اگر یہ ہے تو مجھے بس ہے
اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں
ہم سے اپنے سی کی بہت لیکن
مرض عشق کا علاج نہیں
شہر خوبی کو خوب دیکھا میر
جنس دل کا کہیں رواج نہیں
وحشت میں ہوں بلا گروادی پر اپنے آون
محبوں کی محنتیں سب میں خاک میں ملاؤں
ہنس کر کبھو بلایا تو برسوں تک رولایا
اسکی ستم ظریفی کس کے تینوں دکھاؤں

ہیں آج صرف خاک جہان خراب میں
 ناکام رہنے ہی کا تمہیں غم ہے آج میر
 بہتوں کے کام ہو گئے ہیں کل تمام یاں
 مستوجب ظلم و ستم و جور و جفا ہوں
 ہر چند کہ جلتا ہوں پہ سرگرم وفا ہوں
 آتے ہیں مجھے خوب یہ دونو ہنر عشق
 رونے کے تیں آندھی ہوں کڑھنے کو بلا ہوں
 اس گلشن دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں
 ہوں غنچہ افسردہ کہ مردود صبا ہوں
 مشہور ہیں دلون کے میرے بیقراریاں
 جاتے ہیں لامکان کو دل شب کی زاریاں
 اب کس کس اپنی خواہش مردہ کو روئے
 نہیں ہم کو اس سے سیکڑوں امیدواریاں
 کیا جانتے تھے ایسے دن آجائینگے شتاب
 روتے گذرتیاں ہیں ہمیں لاتیں ساریاں
 سچ جاتا ایک رات جو کٹ جاتے اور میر
 کائیں نہیں کوہکن نے بہت لاتیں بھاریاں

فریادی ہوں تو ٹپکے لو ہو میری زبان سے
 نالے کو بلبوں کی خاطر میں بھی نہ اوں
 پوچھو نہ دل کے غم کو ایسا نہ ہو وے یاراں
 مانند روضہ خوان کے مجلس کے تیں جگاؤں
 یکدم تو چونک بھی پڑ شور و فغاں سے میرے
 اے سخت خفتہ کب تک تیرے تیں جگاؤں
 ازخویش رفتہ ہر دم فکر وصال میں ہوں
 کتنا میں کھویا جاؤں یارب کہ تجھ کو پاؤں
 آسودگی تو معلوم اے میر جیتے جی یاں
 آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اٹھاؤں
 میر صاحب کو دیکھنے جو بنے
 اب بہت گھر سے کم نکلتے ہیں
 آنکے تھے جو حضرت میر اس طرف کہیں
 میں نے کیا سوال یہ انکے جناب میں
 حضرت سنو تو میں بھی تعلق کروں کہیں
 فرمانے لاگے روکے یہ اسکے جواب میں
 توجان ایک تجھ سے بھی آگے جو کل تھے یہاں

ہوتا ہے اب تو حال عجب ایک آن میں
 دے دن گئے کہ آتش غم دل میں تھی نہاں
 سوز رہی ہے اب تو ہے ایک استخوان میں
 دل نذر و دیدہ پیشکش اے باعث حیات
 سچ کہ کہ جی لگے ہے تراکس مکان میں
 کھینچا نہ کر تو تیغ کہ یکدن نہیں ہیں ہم
 ظالم قیامتیں ہیں بہت امتحان میں
 پھاڑا ہزار جاے گریبان صبر میر
 کیا کہے گئی نسیم سحر گل کے کان میں
 زبان رکھ غنچہ سان اپنے دہن میں
 بندھی مٹھی چلا جا اس چمن میں
 نہ کھول اے یار میرا گور میں منہ
 کہ حسرت ہے میری جاگہ کفن میں
 رکھا کر ہاتھ دل پر آہ کرتے
 نہیں رہتا چراغ ایسی پون میں
 نہ تجھ بن ہوش میں ہم آئے ساقی
 مسافر ہی رہے اکثر وطن میں

آسودہ کیوں کہ ہوں میں کہ مانند گردباد
 آوراگی تمام ہے میری سرشت میں
 درد و اندوہ میں ٹھہرا جو رہا میں ہی ہوں
 رنگ رو جسکے کبھی منہ نہ چڑھا میں ہی ہوں
 اپنے کو بچے میں فغان جسکی سنو ہو ہر رات
 وہ جگر سوختہ و سینہ جلا میں ہی ہوں
 میر آوارہ عالم جو سنا ہے تو نے
 خاک آلودہ وہ اے بادِ صبا میں ہی ہوں
 کاسہ سر کو لئے مانگتا دیدار پھرے
 میر وہ جان سے بیزرا گدا میں ہی ہوں
 یارب کوئی تو واسطہ سرگشتگی کا ہے
 یک عشق پھر رہا ہے تمام آسمان میں
 ہم اس سے آہ سوز دل اپنا نہ کہہ سکے
 تھی آتش دروں سے پھپھولے زبان میں
 غم کھینچتے کو کچھ تو توانائی چاہیے
 سویاں نہ دل میں تاب نہ طاقت ہے جان میں
 غافل نہ رہیو ہم سے کہ ہم دے نہیں رہے

اہل نظر ہمیں کو معبود جانتے ہیں
 عشق انکے عقل کو ہے جو ماسوا ہمارے
 ناچیز جانتے ہیں ناپود جانتے ہیں
 مہمان میر مت ہو خوان فلک پہ ہرگز
 خالی یہ مردمہ کے دونو رکابیاں ہیں
 سب خوبیاں ہیں شیخ مشیت پناہ میں
 پر ایک حیلہ سازی ہے اس دستگاہ میں
 شہاں کے کحل جو اہر تھے خاک پا جن کی
 انہیں کے آنکھوں میں پھرتے سلانیاں دیکھیں
 بنی نہ اپنی تو اس جنگجو سے ہرگز میر
 لڑائیں جب سے ہم آنکھیں لڑائیاں دیکھیں
 صبر و طاقت کو کڑھوں یا خوشدلی کا غم کروں
 اسمیں حیران ہوں بہت کس کس کا میں ماتم کروں
 موسم حیرت ہے دل بھر کر تورو نا مل چکا
 اتنے بھی آنسو بہم پہنچیں کہ مشرگاں نم کروں
 باہا وعدوں کی راتیں آئیاں
 طالعوں نے صبح کر دکھلائیاں

خرد مندی ہوئے زنجیر ورنہ
 گذرتی خوب تھی دیوانہ پن میں
 کہاں کے شمع و پروانے گئے مر
 بہت آتش جان تھی اس چمن میں
 کہاں عاجز سخن قادر سخن ہوں
 ہمیں ہے شبہ یاروں کے سخن میں
 گداز عشق میں یہ بھی گیا میر
 یہی دھوکا سا ہے اب پیرہن میں
 کوئی نہیں جہاں میں جو اندوکیں نہیں
 اس غم کدے میں آہ دل خوش کہیں نہیں
 کرتا ہے ابر دعوی دریا دلی عبث
 دامن نہیں مرا تو مری آستین نہیں
 ہم آپ ہی کو اپنا مقصود جانتے ہیں
 اپنے سوائے کس کو موجود جانتے نہیں
 عجزو نیاز اپنا اپنی طرف ہے سارا
 اس مشمت خاک کو ہم مسجد جانتے ہیں
 صورت پذیر ہم بن ہر گز نہیں دی معنی

کہ میرے شور سے تصدیع یار پاتے ہیں
 عام حکم شراب کرتا ہوں
 محتسب کو کباب کرتا ہوں
 ٹک تو رہ اے بناے ہستی تو
 تجھ کو کیسا خراب کرتا ہوں
 اے عدم ہونے والو تم تو چلو
 ہم بھی اب کوئی دم آتے ہیں
 دیدہ و دل شتاب گم ہوں میر
 سر بہ آفت ہمیشہ لاتے ہیں
 آتا ہے دل میں حال اپنا بھلا کہوں
 پھر آپ ہی آپ سوچ کے کہتا ہوں کیا کہوں
 پروانہ پھر نہ شمع کے خاطر جلا کرے
 گر بزم میں یہ اپنا ترا ماجرا کہوں
 دل اور دیدہ باعث ایذا ونور عین
 کس کے تئیں برا کہوں کسکو بھلا کہوں
 آوے سموم جائے صبا باغ سے سدا
 گر شمشہ اپنے سوز جگر کا میں جا کہوں

عشق میں ایذا میں سب سے پائیاں
 رہ گئے آنسو تو آنکھیں آئیاں
 مضطرب ہو کر کیا سب میں سبک
 دل نے آخر خفتیں دلوائیاں
 پاس مجھ کو بھی نہیں ہے میر اب
 دور پہنچے ہیں میری رسوائیاں
 اب آنکھوں میں خون دمدم دیکھتے ہیں
 نہ چھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہیں
 جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد
 ہمیں آکے اسکے قدم دیکھتے ہیں
 گمے داغ رہتا ہے دل گمے جگر خون
 ان آنکھوں سے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں
 لکھیں حال کیا اسکو حیرت سے ہم تو
 گمے کاغذ و گمے قلم دیکھتے ہیں
 وفا پیشگی قیس تک تھی بھی کچھ کچھ
 اب اس طور کے لوگ کم دیکھتے ہیں
 شتالی آوے اجل میر جاوے یہ رونا

کعبے میں جا کے بیٹھ میاں تیرے مگر خدا نہیں
 دیوانہ ہو گیا تو میرا آخر ریختہ کہ کہ
 نہ کہتا تھا میں اے ظالم کہ یہ باتیں نہیں بھلیاں
 دامن و جیب و دیدہ مشرگان و آستین
 اب کونسا رہا ہے کہ ان میں سے تر نہیں
 آتا ہے تیرے کوچے میں ہوتا جو میریاں
 کیا جانے کدھر کو گیا کچھ خبر نہیں
 مسجد سے لا میکدے پرکاش ابر روزبر سے بر سے
 وال رو سفیدیاں ہیں یاں رو سیاہیاں
 غالب تو یہ ہے زاہد رحمت سے دور ہو وے
 درکاروان گنہ ہیں یاں ہے گناہیاں
 تجھے بھی یار اپنا یوں تو ہم ہر بار کہتے ہیں
 ولے کم ہیں بہت وے لوگ جھکو یار کہتے ہیں
 تری آنکھوں کو آؤں دیکھنے میں تو عجب مت کر
 کہ بہتر ہے عیادت اور انہیں بیمار کہتے ہیں
 آجائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یاں
 مہلت ہمیں بسان شرر کم بہت بیباں

جاتا ہوں میرا دشت جنوں کو میں اب یہ کہ
 مجنوں کہیں ملے تو تری بھی دعا کہوں
 کہو ویں ہیں یند میری مصیبت بیاباں
 تم بھی تو ایک رات سنو یہ کہانیاں
 آنکھوں نے میرا صاحب و قبلہ و رم کیا
 حضرت بکا کیا نہ کرو رات کے تیں
 بوے گل اور رنگ گل دونو ہیں دلکش اے نسیم
 ایک بقدر بیخگاہ دیکھئے تو وفا نہیں
 شکوہ کروں ہوں سخت کا اتنی غضب ہوتباں
 مجھ کو خدا نخواستہ تم سے تو کچھ گلا نہیں
 نالے کیا نہ کر سنا تو جی میرے یہ عند لیب
 بات میں بات عیب ہے میں نے تجھے کہا نہیں
 چشم سفید و اشک سرخ آہ دل خزین ہے یاں
 شیشہ نہیں ہے مئی نہیں ابر نہیں ہوا نہیں
 آب و ہوائے ملک عشق تجربہ کی نہی میں بہت
 کر کے دوائے درد دل کوئی بھی پھر جیا نہیں
 ناز بتاں اٹھا چکا دیر کو میرا ترک کر

یک لحظہ سینہ کوئی سے فرصت ہمیں نہیں
 یعنی کہ دل کے جائزہ ماتم بہت ہے یاں
 حاصل ہے کیا سوائے ترانے کے دہر میں
 اٹھ آسمان تلے سے کہ شبنم بہت ہے یاں
 ہم رہ روان راہ فنا دیر رہ چکے
 وقفہ بسان صبح کوئی دم بہت ہے یاں
 اس تہمے میں معنی کا کس سے کریں سوال
 آدم نہیں ہے صورت آدم بہت ہے یاں
 شاید کہ کام صبح تک اپنا کھینچتے نہ میر
 احوال آج شام سے درہم بہت ہے یاں
 لیتے ہیں سانس یوں ہم جوں تار کھینچتے ہیں
 اب دل گرفتگی سے آزار کھینچتے ہیں
 بے طاقت نے ہمکو چاروں طرف سے کھویا
 تصدیح گھر میں بیٹھے ناچار کھینچتے ہیں
 منصور کی حقیقت تم نے سنی ہی ہوگی
 حق جو کہے ہے اسکو یاں دار پر کھینچتے ہیں
 شکوہ کروں تو کس سے کیا شیخ کیا برہمن

ناز اس بلاے جان کی سب یار کھینچتے ہیں
 ناوک سے میر اسکے دل بستگی تھی مجھ کو
 پیکان جگر سے میری دشوار کھینچتے ہیں
 لاویں اسے بھی بعد میرے میری لاش پر
 پر کہ رکھا ہے اپنے ہر ایک مہربان کو میں
 گردش فلک کی کیا ہے جو دور قدرح میں ہے
 جیتار ہونگا چرخ مدام آسمان کو میں
 عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میر سے
 باتا ہوں زرد روز بروز اس جوان کو میں
 کرنالہ کشی کب تئیں اوقات گذاریں
 فریاد کریں کس سے کہاں جا کے پکاریں
 جس جاگہ خس و خار کے اب ڈھیر لگے ہیں
 یاں ہم نے انھیں آنکھوں سے دیکھے ہیں بہاریں
 ناچار ہو ارضت جو منگا بھجے تو بلا
 میں کیا کروں جو میر جی جاتے ہیں سدھاریں
 یوں ہی حیران و خفا جون غنچہ تصویر ہوں
 عمر گزری پر نہ جانا میں کہ کیوں دلگیر ہوں

روزو شب طرفہ ماجرا ہے یہاں
 خانہ عاشقان ہے جاے خوب
 جائے رونے کی جاجا ہے یہاں
 کوہ و صحرا بھی کرنے جاے باش
 آج تک کوئی بھی رہا ہے بھال
 ہے خبر شرط میر سنتا ہے
 تجھ سے آگے یہ کچھ ہوا ہے یہاں
 موت مجنوں کو بھی نہیں آئی
 کوہکن کل ہی مر گیا ہے یہاں
 وجہ کیا ہے کہ میر منھ بہ تیرے
 نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں
 گئی عمر ساری جیسے شمع باؤ کے پچ
 یہی رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن
 موئے سہتے سہتے جفا کا ریاں
 کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں
 ہماری تو گذری اسی طور عمر
 یہے نالہ کرنا یہی زاریاں

کھول کر دیوان میرا دیکھ قدرت مدعی
 گرچہ ہوں میں نوجوان پر شاعروں کا پیر ہوں
 اسقدر بے ننگ خطوں کو نصیحت شیخ جی
 باز آؤ ورنہ اپنے نام کو میں میر ہوں
 میں وہ پتر مردہ سبزہ ہوں کہ ہو کر خاک سے سرزد
 یکایک آگیا اس آسمان کے پائمالی میں
 آہ اور اشک ہے سدا ہے یہاں
 روز برسات کی ہوا ہے یہاں
 جس جگہ ہو زمین تفتہ سمجھ
 کہ کوئی دل جلا گڑھا ہے یہاں
 کیسے کیسے مکان ہیں سترے
 یک از انجملہ کربلا ہے یہاں
 یک سکتا ہے ایک مرتا ہے
 ہر طرف ظلم ہو رہا ہے یہاں
 صد تمنا شہید ہیں یک جا
 سینہ کوئی ہے تعزیہ ہے یہاں
 دیدنی ہی غرض یہ صحبت شوخ

فرشتہ جہاں کام کرتا نہ تھا
مری آہ ہے برچھیاں ماریاں
دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں
وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہیں
بیقراری جو کوئی دیکھے سو کہتا ہے
کچھ تو ہے میر کہ یکدم تجھے آرام نہیں
گذر جان سے اور ڈر کچھ نہیں
رو عشق میں پھر خطر کچھ نہیں
ہے اب کام دل جس پہ موقوف تو
وہ نالہ کہ جسمیں اثر کچھ نہیں
تری ہو چکی خشک مشرگاں کے سب
لہو اب جگر میں مگر کچھ نہیں

У 712